

سرکاری رپورٹ (مباحثات)

چوبیسواں اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 12 اگست 2020ء بروز بدھ بمطابق 21 ذوالحجہ 1441 ہجری۔

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
3	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
4	دُعائے مغفرت۔	2
16	وقفہ سوالات۔	3
54	رخصت کی درخواستیں۔	4
55	قرارداد منجانب ویش کمار۔	5
65	آڈٹ رپورٹس کا ایوان میں پیش کیا جانا۔	6
66	قومی مالیاتی کمیشن کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا۔	7
67	بلوچستان پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ ایوان میں پیش کیا جانا۔	
67	مورخہ 07 اگست 2020 کی اسمبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التوا نمبر 1 پر باقی ماندہ اراکین اسمبلی کی جانب سے بحث۔	

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر ----- میر عبدالقدوس بزنجو

ڈپٹی اسپیکر ----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی ----- جناب طاہر شاہ کاکڑ

اسپیشل سیکرٹری (قانون سازی) ----- جناب عبدالرحمن

چیف رپورٹر ----- جناب مقبول احمد شاہوانی



بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 12 اگست 2020ء بروز بدھ بمطابق 21 ذوالحجہ 1441 ہجری، بوقت سہ پہر 4 بجکر 30 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خیل، ڈپٹی اسپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

قاری عبدالملک صاحب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَیْمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیَبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

خَوْفِهِمْ اٰمَنًا ط یَعْبُدُوْنَ نِیَّی لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ

وَاطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾

﴿ پارہ نمبر 18 سُورَةُ النُّورِ آیات نمبر 55 اور 56 ﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - وعدہ کر لیا اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیئے ہیں اُنہوں نے نیک کام البتہ پیچھے حاکم کر دے گا اُن کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا اُن سے اگلوں کو اور جمادے گا اُن کے لئے دین اُن کا جو پسند کر دیا اُن کے واسطے اور دے گا اُن کو اُن کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان۔ اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو رسول کے تاکہ تم پر رحم ہو۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ .

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ جی اصغر خان اچکزئی صاحب۔

جناب اصغر خان اچکزئی: آج کے دن یوم شہدائے بابرہ بہت بڑا سانحہ ہے جس میں ایک ساتھ چھ سے سات سو بچے اور عورتیں شہید کیے گئے تھے تو آج کے دن اگر ہم شہدائے بابرہ کے لیے اور دیگر جتنے شہداء ہیں ان کے لیے دعا کر لیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مولوی صاحب شہداء کے حق میں دعاء کریں۔

(دعائے مغفرت کی گئی)

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی دیش۔

جناب دیش کمار: جناب اسپیکر! کل 11 اگست minorities کے حوالے سے national day تھا تو اس سلسلے میں میں دیش کمار، پارلیمانی سیکرٹری قواعد و ضوابط ایک تحریک لانا چاہتا ہوں اور آپ سے request کرتا ہوں کہ قاعدہ نمبر 180 کے تحت ایک تحریک کی۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ سوالات کے بعد لے آئیں۔ جی اصغر ترین صاحب۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! ایک ہفتہ قبل ضلع پشین کے گاؤں میں جس کا نام کلی سیمزئی ہے، ایک دردناک واقعہ پیش آیا، ایک ہوٹل میں سلنڈر پھٹ گیا، جس کی وجہ سے چھ افراد اس میں جھلس گئے۔ اور ان افراد کو وہاں سے BMC Hospital Burns Unit میں shift کیا گیا۔ بڑی مشکل سے انکی وہاں treatment ہوئی۔ اور میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہاں پر ڈاکٹر موجود نہیں تھے۔ سٹاف موجود نہیں تھا۔ اسی گاؤں کے، ضلع پشین کے ڈاکٹرز جو patients سے منسلک تھے وہ وہاں آئے۔ انہوں نے انکی help out کی۔ تو اگلے دن ہم وہاں پہنچے، ہم نے ان کو دیکھا، یقیناً ان کو دیکھ کر ہمیں بہت افسوس ہوا کہ کوئی بھی ڈاکٹر وہاں پر available نہیں تھا، جب میں وہاں پہنچا، میں نے کوشش کی CM صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، وہ meeting میں تھے، پھر زاہد سلیم صاحب سے رابطہ کرنے کی کوشش کی، ان سے بھی رابطہ نہیں ہو سکا، یعنی CM صاحب کا جتنا بھی staff تھا تمام سے رابطہ کرنے کی کوشش کی رابطہ نہیں ہوا۔ پھر ultimatly میرا رابطہ ہوا secretary health سے۔ کہ ان کو ہم shift کرنا چاہ رہے ہیں کراچی یہ انتہائی serious ہیں یہ یہاں اس BMC Hospital میں کوئی بھی ایسے آلات نہیں ہیں کہ ان کا علاج کیا جائے۔ اور اس میں تین patient انتہائی serious تھے میں یہاں پر PDMA کے عمران زرکون صاحب کا اور عزیز جمالی صاحب کا انہوں نے بروقت ہمیں 1122 کے ambulance provide کی، جو بھی تھی ان کے پاس انہوں نے

private hire کی۔ اُن کو ہم نے shift کیا کراچی civil hospital کی طرف۔ جناب اسپیکر صاحب! جب ایک شخص آگ میں جھلس جاتا ہے 80%، 70% اُسکے بعد آپ اُس کو یہاں سے by road shift کرتے ہیں کراچی تو یہ اُس پر گزرتی ہے کہ وہ کس عمل سے گزرتا ہے یا اُس کے والدین سے یا اُس کے عزیزو اقارب سے پوچھیں اُن پر کیا گزرتی ہے۔ یہ میں بطور نمائندہ بطور ذمہ دار ہر department کے، CM Secretariat سے لے کر secretary health ہر forum پر کہا کہ ان کا private hospital پر ان کا بندوبست کیا جائے انکی جان بچائی جائے۔ لیکن دو دن پہلے ایک شخص جس کا نام ثناء اللہ تھا وہ دم توڑ گیا اور ابھی آدھا گھنٹہ پہلے فون آیا کہ شبیر احمد، اسماعیل احمد یہ دونوں لڑکے بھی دم توڑ گئے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ صحت کا ہمارا حکمہ اتنا بے بس ہے، یہاں پر کہاں گئے وزیر خزانہ صاحب جو اربوں روپے کا بجٹ پیش کرتے تھے صحت کے لیے۔ بتائیں کہاں گئے وہ پیسے؟۔ جب میرے جیسے ذمہ دار شخص کو response نہیں ملا تو ہم کس کے سامنے جا کر روئیں، وزیر تو یہاں پر ہیں نہیں CM، department کے پاس ہے۔ secretary صاحب نے کہا میں کچھ نہیں کر سکتا میں بے بس ہوں، مجھے بتائیں یہ جو چھ افراد آگ میں جھلس گئے جن میں سے تین کی شہادت ہو گئی ہے اور باقی وہاں پر بستر مرگ پر پڑے ہوئے ہیں، اسکی ذمہ داری کون اٹھائے گا؟۔ جب میرے جیسے ذمہ دار شخص کو response نہیں ملا تو ایک عام آدمی کو کیا response ملے گا مجھے بتائیں جناب اسپیکر صاحب؟۔ یعنی وہاں پر دو سو سے ڈھائی سو آدمی وہاں BMC میں اکٹھے تھے۔ اور سارے مشتعل تھے۔ سارے غصے میں تھے۔ ہم نے وہاں جا کر ایک اچھا role کیا کہ جذبات میں نہ آئیں کوئی ایسا کام نہ کریں کہ ہم پر انگلی اٹھے۔ لیکن جناب اسپیکر! جب کسی کا عزیز کسی کا بھائی، کسی کا بیٹا، کسی کا باپ تڑپ کر مر رہا ہوگا اور وہاں پر انتظامیہ نہیں ہوگی ڈاکٹر نہیں ہوگا، medicine نہیں ہوگی، کچھ نہیں ہوگا تو لازمی بات ہے کہ وہاں پر وہ جذبات کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ وہ کسی حد تک بھی جاسکتے ہیں۔ ہم جو یہاں بیٹھ کر اپنے مسائل پیش کرتے ہیں، وزیر خزانہ نے آج سے دو مہینے پہلے بجٹ پیش کیا، ہمیں نہیں معلوم کہ یہ عوام کو براہ راست مل رہی ہے۔ میری ایک request ہے government کے جو ذمہ دار لوگ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں جو تین patient بقایا زندہ ہیں اُن کے علاج کے لیے خدارا ان کو کچھ compensate کیا جائے، اُن کی دادرسی کی جائے انکا سرکاری hospital میں علاج کرایا جائے۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی اور میں یقیناً وہاں پر موجود تھا، جو حالات میں نے وہاں دیکھے ہیں یقین کریں وہ دیکھنے کے قابل نہیں تھے۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں تصویریں آپ کو WhatsApp کرتا ہوں۔ براہ مہربانی کوئی ذمہ دار شخص اٹھ کر یہ کہہ دے کہ یہ جو تین بندے زندہ ہیں کم از کم اُن کے علاج کے لیے government کوئی action لے۔

اُنکو private hospital shift کریں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال سے بات ہوگئی ہے۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! میں اُس رات کو جب پشین میں یہ واقعہ ہوا، جس میں ہمارے چھ بندے بُری طرح جھلس گئے تھے، میں خود گیارہ رات کوئی دس، گیارہ بجے، کوئی دو تین گھنٹے میں وہاں موجود تھا BMC Hospital میں۔ میں جب گیا میں نے MS صاحب سے بات کی، اُس نے کہا میں باہر ہوں ہمارے RMO اور باقی staff آپ کو وہاں receive کریں گے۔ میں جب گیا تو میرے ذہن میں یہ تھا کہ اُنہوں نے ICU میں shift کیا ہے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ICU جس طرح ہم سمجھ رہے ہیں اُس طرح ہوگا۔ آپ یقین کریں کہ مجھے تہہ خانے میں لے جایا گیا وہاں اُنکا ward جب میں نے دیکھا تو آپ یقین کریں جناب اسپیکر! اتنی بُری حالت تھی اُس ICU کی کہ وہاں گرمی بھی بہت زیادہ تھی وہاں نہ کوئی پنکھا تھا، نہ کوئی AC تھا، ایسا اُجڑا ہوا ward شائد ہی کسی جگہ ہو۔ اب اتنا بڑا بجٹ اور اُس کے بدلے ICU اس حالت میں ہو۔ یقیناً وہاں پر ڈاکٹر ننگ صاحب آئے، انہوں نے مجھے کہا، باقی RMO نے کہا کہ ہمارے ساتھ یہ available چیزیں ہیں۔ اور یقیناً جس طرح میرے دوست نے کہا، صحیح کہا کہ وہاں پر بہت سارے پشین کے لوگ آئے تھے۔ اُن کے عزیز واقارب آئے تھے۔ میں خود رات بارہ بجے تک وہاں تھا۔ اُنکے مریض اُنکے سامنے سسک سسک کر مر رہے تھے وہ کیا کرتے ہیں ظاہری بات ہے اُنہوں نے کراچی shift کیا۔ آج یہ تین بندے مر گئے۔ خدارا یہ محکمہ صحت کس کے پاس ہے؟ جس کا کوئی وزیر بھی نہیں ہے۔ یہاں ہمیں کون جواب دے گا۔ پوری ministry تباہ حالی کا شکار ہے اور جس طرح لاوارث ہے اور ابھی جو تین مریض جو civil hospital کراچی ٹیل ہسپتال میں زیر علاج ہیں اُن کو آپ آغا خان ہسپتال میں shift کر دیں، حکومت اُن پر خرچہ کرے ایک family کے لوگ ہیں جناب اسپیکر۔ ایک باپ، دو بیٹے اور تین اُنکے دیگر عزیز واقارب ہیں۔ تو یہ میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس میں کردار ادا کریں وزیر اعلیٰ سے کہ وہ اُن کو وہاں آغا خان shift کریں تاکہ اُن کا علاج وہاں بہتر طریقے سے ہو سکے۔ thank you.

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزراء صاحبان اس مسئلے پر خاموش ہیں کوئی جواب نہیں دے رہا ہے کہ ہم CM سے بات کریں گے یا سیکرٹری صحت سے۔

محترمہ ربابہ بلیدی (پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ صحت): میں اس پر بات کر سکتی ہوں اگر یہ مجھ سے سوال پوچھیں تب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی میڈم آپ بات کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ صحت: محترم میرے بھائی جو ہیں اصغر ترین صاحب یہ secretariat میں آتے بھی رہتے ہیں۔ اور یہ جو کے additional secretaries ہیں ان کے ساتھ ماشاء اللہ محفل بھی جماتے رہتے ہیں۔ اگر یہ آکر اپنی problem share کرتے تو یقیناً ان کے مسائل کا کوئی حل بھی نکل سکتا تھا، اس طرح اگر Assembly floor پر political scoring کے لیے اگر ہم اپنے مسائل لے کر آئیں گے۔ لیکن practically ہم اگر ان کو discuss نہیں کریں گے۔۔۔ (مداخلت)

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ دو منٹ میڈم کی بات سن لیں۔

جناب اصغر علی ترین: وہاں پر جو کام والے بندے تھے وہ تو آپ نے OSD کر دیئے ہیں سارے ماشاء اللہ۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: جب آپ بات کر رہے تھے تو وہ خاموش بیٹھی ہوئی تھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ صحت: جناب اسپیکر! میں آپ کے توسط سے اپنے محترم بھائی سے بات کر رہی ہوں۔
جناب ڈپٹی اسپیکر: جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ صحت: ان کو بھی پتہ ہے جو بات کی جا رہی ہے اور جو کام کے بندے نکالے گئے ہیں وہ کس کے کہنے پر نکالے گئے یہ بھی ان کو بخوبی علم ہے۔ جو مسائل ہیں اُس کے لیے میں ان کو جواب دے سکتی ہوں یہاں پر۔ ان کے جو patients کی death ہوئی ہے، افسوس ہے مجھے اُس پر اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے۔
باقی patients ہم کراچی refer کرتے ہیں کوئی بھی hospital کرتا ہے تو latest update یہ ہے کہ ہم کراچی کے بڑے hospitals کے ساتھ ایک MoU's sign کر رہے ہیں کہ اگر یہاں سے ہمارے جو بھی patients جائیں گے ان کا علاج گورنمنٹ کے expenses پر ہوگا۔ لیکن اگر یہ ہم سے update لیں تب ان کو معلوم ہو۔ میں اس floor پر پہلے بھی یہ کہہ چکی ہوں کہ اگر relevant بندے سے آپ update لیں گے تو یقیناً آپ کو authentic information ملے گی۔ دوسری چیز جو انہوں نے کہا کہ hospitals کی حالت خراب ہے۔ تو کیا وہ ایک دن میں ہوئی ہے؟۔ اس government کے tenure میں ہوئی ہے یا کہ پہلے سے ایسی حالت ہے؟۔ اب ہمیں حقائق کو دیکھ کر بات کرنی چاہئے۔ محترم اسپیکر! میں آپ کے توسط سے میں ان کے اس سوال کا جواب دے رہی ہوں۔ دو سال پہلے میرے پاس یہ ministry نہیں تھی۔
ministry اب بھی میرے پاس نہیں ہے CM صاحب کے پاس ہی ہے۔ I am just his Representative. اور جو چیزیں وہاں پر دیکھ کر ان کو بتانی ہوتی ہیں، میں وہ کر رہی ہوں۔ system کو inplace کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اگر ان کے پاس کوئی valuable suggestions ہیں یا ان

کے کوئی major problems جو یہ چاہتے ہیں کہ فوری طور پر حل ہوں، اُس کے لیے یہ ضرور آئیں ہمارے ساتھ۔۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میڈم! یہ زیادہ بحث میں ہم لوگوں کو نہیں جانا چاہیے کیونکہ کاروائی آگے بھی رہتی ہے۔ پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ صحت: جی میں نے صرف آپ کو کہا کہ جس طرح کی criticism آتی ہے تو جواب کا level بھی اُسی level کا آئیگا۔ میں صرف criticise نہیں کر رہی ہوں محترم ہمارے اپوزیشن ممبران میں سے کچھ بہت اچھے ممبران بھی ہیں جو آئے اور انہوں نے بہت اچھی suggestions بھی دی ہیں ہمیں۔ I appreciate their efforts اور ہم کوشش کر رہے ہیں کہ health care system جتنا بھی ہے اُس کو ہم in place کریں ساری چیزیں smoothly چلیں Hospitals کی حالت خراب ہے ہمیں معلوم ہے لیکن وہ ایک دن میں ٹھیک نہیں ہوگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میڈم! وہ باتیں تو پھر بعد کی ہیں اب صرف اتنی یقین دہانی کرا دیں گورنمنٹ کی طرف سے یہ جو تین پشین کے رہائشی زیر علاج ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ صحت: جی بالکل انکے treatment گورنمنٹ کے expenses پر ہو جائیگی اور انشاء اللہ آگے بھی جو ہم liaison کر رہے ہیں ہسپتالوں کے ساتھ اُس میں بھی یہ ہے کہ یہاں specially جو ہے disaster کے یا terror types کے patients جائیں گے اُنکی treatment جو ہے گورنمنٹ کے expenses پر ہی ہونگے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ میڈم اس میں آپ تھوڑا وہ کر لیں۔

جناب اصغر علی ترین: انکی بات مجھے سمجھ نہیں آئی کہ انکا کہنا ہے کہ اصغر ترین صاحب آتے ہیں department میں Additional سیکرٹری کے ساتھ بیٹھ کر محفلیں جاتے ہیں۔ انکا یہ جملہ میرے ذہن سے بالاتر ہے۔ کسی Officer کے ساتھ بیٹھنا کیا گناہ ہے؟ کسی آفیسر کے پاس جانا گناہ ہے؟ اور اگر یہ کہنا کہ۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دیکھیں یہ کوئی غلط بات نہیں ہے۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! مجھے دو منٹ دیں، محترمہ فرما رہی ہیں کہ آپ point scoring کر رہے ہیں۔ میں نے آج اس floor پر کھڑے ہو کے بات کر رہا ہوں یہ واقعہ ایک ہفتہ پہلے کا ہے۔ یہ کہہ رہی ہیں کہ اگر مجھ سے رابطہ کیا ہوتا۔ میں نے CM صاحب سے رابطہ کیا میرے پاس record

available ہے، میں نے زاہد سلیم صاحب سے رابطہ کیا مجھے جواب نہیں ملا record available ہے، میں نے شبیر منگل صاحب سے رابطہ کیا مجھے record available ہے میرے پاس۔ میں نے سیکرٹری health سے بات کی وہ کہتے ہیں جی میرے بس میں نہیں ہے اس سے زیادہ higher authority اور کہا ہے میں کس سے بات کروں نمبر 1، نمبر 2 جناب اسپیکر صاحب! میرے تین بندے فوت ہو گئے ہیں جناب اسپیکر صاحب! میرے تین بندے جھلس کہ مر گئے آج میں بول رہا ہوں اگر point scoring کی بات ہوتی تو 300 آدمی کھڑے ہوتے وہ تماشا ہوتا کہ پوری دنیا دیکھتی پوری میڈیا دیکھتی لیکن میں خدا کو حاضر و ناظر جان کہ بولتا ہوں میں نے وہاں منفی کردار ادا نہیں کیا۔ میں نے اُنکو ٹھنڈا کیا ہے۔ میں 12 بجے 11 بجے وہاں گیا جناب اسپیکر! دن کے وقت اور رات ساڑھے دس بجے میں نکلا وہاں سے، میں نے Deputy Commissioner قائم لاشاری کو Phone کیا وہ وہاں پہنچے، میں وہاں موجود تھا، رات کو نصر اللہ زیرے وہاں موجود تھے مجھے یہ بتائیں حکومت کا کونسا کوئی وہاں نمائندہ موجود تھا؟۔ وہاں آپ کے پاس آلات نہیں ہیں، bandage کے آپ کے پاس آلات نہیں ہیں، جو آلات اُن کے پاس ہونے چاہیے وہ available نہیں ہیں میرا مریض بول رہا ہے کہ خدا کے لئے مجھے مار دو گولی، یا میرا علاج کرو۔ جب بندہ جلتا ہے تو اُس کے body کے اندر جو organs ہیں وہ damage ہو جاتے ہیں اُس کے بعد ہر ڈاکٹر آتا ہے check کرتا ہے کہ اس کے lungs کی کیا position ہے اس کی chest کی کیا position ہے اس کی heart beat کی کیا position ہے۔ وہاں پر ایک بھی ڈاکٹر available نہیں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! میرا بندہ دو دن پہلے ایک فوت ہوا ہے آج دو بندے فوت ہوئے ہیں بطور نمائندہ آج میں بات کرنا چاہ رہا ہوں حکومتی ارکان اتنے ظالم ہیں کہ کہتے ہیں بات بھی نہیں کرو، کیوں بات نہیں کریں ہم؟۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بات کرنے کی اجازت ہے۔

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! گورنمنٹ نے اربوں روپے رکھے ہیں health کے لئے، یہ additional سیکرٹری کی بات کر رہے ہیں میں حلفاً بولتا ہوں اُس سے ایما ندر شخص ہے نہیں یہاں پر اور وہ جو چلا رہا تھا وہاں پر جو corruption کے نشاندہی کرتا ہے وہاں پر۔ جناب اسپیکر صاحب! جو وہاں پر sytem کو اچھے طریقے سے organize کر رہا تھا اُنکو تو OSD کر دیا ہے اور محترمہ کہہ رہی ہے آپ کو معلوم ہے کس نے کیا ہے مجھے تو نہیں معلوم آپ کو معلوم ہوگا، مجھے اس بات کا علم نہیں ہے مجھے کوئی عزت دیگا کوئی بھی officer ہو میں اُس کو دس گنا عزت دوں گا کوئی مجھے پیار کریں گا ہم دس گنا پیار کروں گا کوئی مجھے respect دے گا میں اُس

کو respect دوں گا اگر یہ کہنا کہ آپ بات بھی نہ کریں۔ میرے ابھی اُسکے بعد جناب اسپیکر صاحب! صبح گیارہ بجے سے رات نو بجے تک میں نے یہاں پر PDMA کا شکریہ ادا کیا کہ ہمیں ambulance available ہیں۔ جناب ڈپٹی اسپیکر۔ آذان شروع ہے۔

(خاموشی۔ آذان مغرب)

جناب اصغر علی ترین: جناب اسپیکر صاحب! یہاں پر میں نے PDMA کا شکریہ ادا کیا ہے۔ میں نے عمران ز رکون کا شکریہ ادا کیا وہ بھی گورنمنٹ کا ایک حصہ ہے گورنمنٹ کا ایک department ہے میں شکریہ ادا کیا۔ میں نے یہاں پر عزیز جمالی صاحب کا شکریہ ادا کیا PPHI کے جو head ہے مجھے ambulances provide کی، لیکن جہاں پر کوتاہی ہوگی جب جہاں پر مجھے مشکلات نظر آئیں گے کہ گورنمنٹ کام نہیں کر رہی اُس کی نشاندہی کرنا میرا حق ہے اور مجھے اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ جناب اسپیکر صاحب! میں آج اس لئے اٹھ کے اس موضوع پر بحث کر رہا ہوں کہ آج میرے تین آدمی فوت ہو گئے ہیں شہید ہو گئے ہیں مر گئے ہیں اور اگر ابھی بھی نہ بولوں تو میں کب بولوں گا؟۔ اور مزید تین آدمی میرے وہاں پر Civil Hospital میں پڑے ہوئے ہیں بے یار و مددگار، میری یہ request تھی کہ گورنمنٹ اٹھ کے جواب دے ہمیں، اور ہمیں یہ بولیں کہ اُن تین آدمی کو ہم refer کریں گے Hospital میں سرکار اُن کا علاج کریں گے مگر یہ بھی بات نہ کروں تو میرا یہاں پر بیٹھنے کا فائدہ کیا ہے جناب اسپیکر صاحب! تو پھر میں جا کر گھر میں بیٹھوں، میں یہاں کیوں بیٹھوں۔ جب میں اپنے عوام یہاں پر نمائندگی نہ کر سکوں میں یہاں پر عوام کے مسائل نہ رکھ سکوں۔ جناب اسپیکر صاحب! Hospitals کی بات کرتے ہیں میں ہفتہ دس دن پہلے پشین سول ہسپتال میں رات کو ڈیڑھ بجے گیا ڈاکٹر اور patient کی لڑائی چل رہی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ہے کہتے ہیں کہ cannula یہ پرچی پر لکھ کے، یہ تصویر میرے پاس موجود ہے موبائل میں یہ باہر سے منگوا رہے ہیں۔ میں نے MS کو call کی MS کہتے ہیں کہ جناب میں نے دئے ہیں Doctors کو، ڈاکٹر سے پوچھا بولتا ہے کہ مجھے نہیں ملا ہے یہ تو حالت ہے آپ کی Hospital کی۔ سیکرٹری صحت صاحب پشین گئے اچھا tea break کیا ہے اچھا کھایا پیا ہے واپس آگئے، میں نے MS سے کہا کہ کیا کیا ہے؟ کوئی Medicines دئے؟ کچھ یہاں پر مشکلات ہیں وہ حل کئے؟۔ کہتے ہیں نہیں کہا کہ اس کو اخبار میں دے دوں اس کو suspend کرو اس کو suspend کرو بس اخبار کی سُرخیوں تک محدود ہیں۔ ایسے نہیں چلے گا۔ جہاں پر کوتاہی ہوگی جہاں پر عوام کی خدمت نہیں ہوگی ہم نے یہاں وزیر خزانہ صاحب نے اربوں روپوں کا بجٹ صحت کیلئے پیش کیا ہے یا تو یہ department privatize کر دیں یا تو اس کو بند کر دیں یا جو بھی مریض ہو انکو

کو private علاج کیلئے کوئی آپ card issue کریں کوئی اور SOP بنائیں۔ لیکن اگر اربوں روپے بھی ہم دے اور عوام کا پیسہ بھی ہم دیں یہاں پر ہم Air Ambulance کی بات کر رہے ہیں یہاں پر۔ یہاں پر Ambulance available نہیں ہے اور ہم یہاں پر Air Ambulance کی بات کر رہے ہیں خُدارا تھوڑا نیچے آجائیں Air ambulance سے Bus پر آجائیں Truck پر آجائیں، ہمیں وہی پورا نہ کر دیں لیکن یہ ہے کہ ہمیں Panadol میسر نہیں ہے Ponstan میسر نہیں ہے Cannula میسر نہیں ہے drip میسر نہیں ہے اور ہم چلے بلوچستان کیلئے air ambulance خریدنے کیلئے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ ہمارا حق ہے نشاندہی ہم کریں گے بار بار کریں گے۔ نصیب اللہ مری صاحب وزیر صحت تھے یقیناً جانیں جناب اسپیکر صاحب! دو بورڈیشن میں لگائے ہیں۔ ہمارے جو مشکلات تھے وہ حل ہو رہے تھے ہم نے کبھی اس پر بات نہیں کی ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم floor پر کم بولیں اور مشکلات حل ہوں۔ لیکن جب تین بندے مر جاتے ہیں جھلس کے مر جاتے ہیں تب بھی ہم نہیں بولیں تو پھر کب بولیں؟ جناب اسپیکر صاحب!۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: صحیح ہے آپ کا right بنتا ہے بات کرنے کا یقیناً آپ کے لوگ پریشان ہیں۔ میرے خیال سے اب کارروائی شروع کرتے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔ اگر یہی health کے حوالے سے ہے تو میرے خیال سے اس کو windup کریں۔

میر احمد نواز بلوچ: انسانی جانیں ضائع ہوئی ہیں اُنکے لئے جتنے اربوں روپے فنڈ آتے ہیں وہ انہیں چیزوں پر خرچ ہوتے ہیں۔ میں تھوڑا آپ کا توجہ حالیہ جو بارشیں ہوئی ہیں پورے صوبے میں، اس میں خصوصاً بولان کا علاقہ ہے جل گئی ہے سبھی ہے مستونگ ہے خضدار ہے نال ہے، وڈھ ہے، ہرنائی ہے، ڈکی ہے، تو اس میں خصوصاً بولان کا علاقہ ہے وہ ابھی تک میرا خیال میں جزوی طور پر اُس کو کھولا گیا ہے اتنی بڑی سطح پر یا heavy traffic کے لئے نہیں کھولا گیا۔ میں شکر یہ ادا کرتا ہوں سردار رند صاحب کا کہ اُس کے لوگوں نے جا کر علاقوں میں یا بندوں کو relief دے رہے ہیں یا rescue کر رہے ہیں۔ مگر گورنمنٹ کی طرف سے ابھی تک road سے نیچے کوئی official بندہ نہیں اُتر ہے، میری گزارش ہے کہ وہاں انسانی جانوں کا نقصان ہوا ہے۔ ہماری علم میں آیا ہے Print Media اور اُس میں ایک ہی خاندان کے پانچ بندے بھی اُس میں شہید ہوئے ہیں بارش کے ریلے میں۔ اس میں جمبارہ علی کا علاقہ ہے، کھجوری کا علاقہ ہے کیرتہ ہے، دربی کا علاقہ ہے، ایسے ہی آپ آگے جائیں گے تو اس میں پورا جھل گئی تک یہ پانی میں نقصان دیا ہے۔ اُس میں خصوصاً لوگوں کے فصلات یہ بھی تباہ ہوئے ہیں۔ اور خصوصاً ان کی جو وہ لاشیں ہیں صرف اُن میں دو dead body بھی تک ملیں ہے باقی ابھی تک نہیں ملے

ہیں۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ ruling دے کر اس کے لیے وہاں PDMA تو ابھی تک ہمیں نظر نہیں آیا ہے شدید گرمی بھی ہے لوگوں کو ابھی تک ایک tent بھی میسر نہیں ہوئے ہیں۔ نہ اُس میں خوراک ہے نہ کچھ ہے ایسے بے یار مددگار وہاں پر دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں۔ تو آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ ruling دے دیں تاکہ وہ PDMA کام عملہ آئے، DC کے through یا کوئی انکوریشن پہنچ جائے اور اُنکے وہ dead body انکے ڈھونڈنے کیلئے مدد کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی سردار صاحب آپ نے میرے خیال سے visit کیا تھا آپ نے اس حوالے سے کچھ بتادیں۔

وزیر محکمہ تعلیم: Thank you very much۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اِنَّا كنعبد وایا ك نستعین۔ Sir میں اپنے معزز رکن کو جواب دیتا ہوں۔ مگر پہلے بہت کئی دفعہ سے اس ایوان میں request کی ہے کہ خدارا! یہاں کا Sound System کو change کریں۔ ہم جب بات کرتے ہے ہم تو ٹھیک ہے یہ کہ ہم سُن نہیں رہے ہوتے۔ So how we can answer them? ہم کس طرح اُنکو جواب دیں؟۔ کس طرح؟۔ جب تک ہم اُنکی بات سُنیں گے نہیں تو ہم کس طرح جواب دیں گے تو کیا مسئلہ کیا ہے؟ please یہ پورا House بیٹھا ہے۔ اب اس کے لئے بھی تو ہمیں کوئی resolution پاس نہیں کرنی پڑے گی ادھر سے آٹھ آٹھ بندے گئے دُہئی گھومے پھرے selection کی پھر کیوں نہیں لگا؟۔ اتنے میں تو system لگ جاتا ہے۔ میری آپ سے request ہے کہ آپ اسپیکر صاحب! یا آپ، Government of Balochistan کو لکھیں یا آپ کے پاس بھی بہت بڑے وسائل ہیں۔ Billions of Rupees کا آپ کا بھی بجٹ ہے۔ یہ ہمارا حق بنتا ہے اور ایک دفعہ voluntarily میں نے کہا بھی تھا کہ ہم سارے Members تھوڑا تھوڑا کر کے دے دیں گے۔ ہم دینے کیلئے بھی تیار ہیں اور یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے ہمارے اس مسئلے کو حل نہ کیا جائے۔ Thank you Sir۔ اچھا sir میں اپنے دوست کو جواب دینا چاہتا ہوں۔ جواب اس sense میں نہیں اُنکو inform کرنا چاہتا ہوں، اُنہوں نے بہت اچھا point raise کیا ہے آج۔ واقعی آپ کو پتہ ہے کہ بولان کے اندر جس قسم کا flood آیا اور اُس کے ساتھ ساتھ ایک ہی District کچھی کے اندر ناٹری بینک کا وہاں سے ہرنائی سے لیکے Fort Munro سے جتنے یہ پہاڑیوں کا ایک سلسلہ قدرتی ایک وقت میں پورے اس region کے اندر برسات ہو رہی تھی۔ اور آپ کو تو پتہ ہی ہوگا شاید اور دوستوں کو بھی جو جانتے ہوں کہ یہ سارا پانی جو ہے خضدار سے لیکے ہمارے ٹروپ تک، یہ سارا پانی کچھی میں آتا ہے۔ اُدھر سے خضدار ہے مستونگ ہے قلات ہے یہ سارے جو ہیں

ایک وقت میں برسات ہوئی اور یہ سارا ایک وقت میں آیا۔ اور اُس سے میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں اس August House کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ میں حیران ہوں کہ میڈیا نے اُس طرح اُس کو coverage نہیں دی ہاں البتہ میں شکر گزار ہوں Chief Minister صاحب کا کہ وہ خود چلے، ہرنائی ہم گئے، سب گئے، جھلم گئی گئے، کچھ Technical وجوہات سے شاید کچھی، ہم نے اوپر سے Over view کیا۔ اترے نہیں ہم وہاں پر۔ ابھی CM صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ بہت جلد تین، چار دن کے اندر وہ ایک اس طرح کا ایک اور بھی visit رکھیں گے۔ میں ممبر صاحب کو بتانا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ۔ دوسرا جو آپ نے بتایا کہ casualties ہوئیں ہیں واقعی ہوئیں ہیں۔ کوئی وہاں پاویندے تھے چرواہے تھے بد قسمتی تھی وہ بولان Dam کے اندر تھے، وہ floor آہستہ آہستہ بڑھنے لگی، لوگوں کی ہمیں inform بھی کرتے رہے۔ آپ کو پتہ ہو کہ تاریخ میں بہت کم ایسا ہوا کہ بولان river جو ہے اُس میں 1 لاکھ کیوسک پانی cross کر رہا تھا ایک Minute میں۔ ایک لاکھ کیوسک۔ Sir یہاں as a Human possible نہیں ہے کہ وہاں وہ reach کریں اور اُس کو نکال سکیں۔ ہاں ہیلی کاپٹر کا تعلق۔ میں نے اُس وقت Chief Minister صاحب کو اطلاع دی۔ اُنکے Principle Secretary کو اطلاع دی۔ کمشنر صاحب سے میری بات ہوئی، DC صاحب سے بات ہوئی، PDMA کے زرغون صاحب ہیں اُن سے بات ہوئی اور ہمارے بہت پیارے دوست ہیں اچھا ہوا ابھی Gouse میں وہ enter ہوئے میری گواہی دینے کیلئے۔ انکو تکلیف دی۔ اور انہوں نے خاص طور پر PDMA نے مہربانی کی۔ next day منسٹر صاحب کو میں لے کر کے اُنکے جو DG PDMA اُنکو لیکر کے وہاں گئے، اُنکے ساتھ meeting کی۔ اُنکے reserve وہاں پر دیکھیں اور Thanks to Minister and Zarghoon Sahib کہ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس جتنے بھی stocks ہیں، reserve اس وقت ہمارے کوئٹہ میں پڑے ہیں۔ جیسا ہم کو راستہ ملے گا ہم وہاں move کر دیں گے۔ مگر آپ کو شاید علم ہو کہ پورا National Highway کوئی چھ وسات جگہوں سے ٹوٹا ہوا تھا۔ تو کوئی ہمارے پاس access نہیں تھا البتہ پھر ہم نے یہ طے کیا کہ جتنا جلدی ہو سکے کہ railway department سے بات کر کے railway کے through ہم ڈھا ڈرا اور سب تک یہ لے کر جائیں۔ اور انشاء اللہ میں معزز Member کو request کرتا ہوں کہ کل وہاں پر visit ہے۔ تو وہ اُس visit میں شامل ہو جائیں، خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ ہم لوگ وہاں اپنے لوگوں کے لیے وہاں کیا efforts کر رہے ہیں۔ کس طرح ان کی خدمت کر رہے ہیں۔ ہاں! اگر وہاں کیونکہ ہیلی اُس وقت دو دن تک نہیں اٹھ سکتا تھا، یہ مجھے پتہ ہے، ہمیں یہ بھی پتہ تھا کہ اُن کا arrange بھی ہو گیا ہے۔ مگر

کیوں weather ایسا ہے کہ اُس weather میں ہیلی نہیں۔ ہاں زلزلے میں تو immediately ہی چلا جاتا ہے۔ نیچے سے برسات ہو رہی تھی اوپر سے weather ایسا تھا کہ وہ نہیں جاسکے، very next day ہم چلے گئے۔ انشاء اللہ بہت جلدی ہم جائیں گے۔ ہم آپ کو بھی invite کرتے ہیں کہ آپ بھی ہمارے اگلے visit میں ہمارے ساتھ چلے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ سردار صاحب۔ اور یہ لوگ اگر مجھے موقع دیں رولنگ کا پھر میں۔ ہاں یہ دو تین چیزیں ہیں ابھی سے وہ دے دوں۔ ایک تو یہ 2020-21ء کے بجٹ میں اسمبلی کے repair کے لیے رقم مختص کی گئی ہے۔ 2020-21ء کے بجٹ میں بلوچستان اسمبلی کے لیے فنڈ رکھا گیا تو انشاء اللہ بہت جلد اس پر کام شروع ہوگا ہماری ٹیم لگی ہوئی ہے اس پر۔ شکریہ۔ اور دوسرا جو یہ پشین کے حوالے سے میڈم نے تو یقین دہانی کرا دی کہ ہم لوگ لگے ہوئے ہیں، specially جو یہ تین patients ہیں ان کے لیے میڈم! آپ سیکریٹری سے بھی بات کریں بلکہ میں سیکریٹری اسمبلی کو بھی پابند کرتا ہوں کہ وہ یہاں سے بھی رابطہ کریں کہ ان کی جو بھی ضروریات ہیں ان کو فوری طور پر حل کیا جائے۔ اور جو بھی یہاں ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ حکومت بلوچستان کی طرف سے انہیں جو ضروریات ہیں وہ میڈم! آپ مہربانی کر کے ان سے رابطہ کریں۔ جی ملک نصیر شاہوانی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ چونکہ یہ point of order ہے اور ہم بھی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آج ہمارے وزیر بلدیات صاحب اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی موجودگی ہمارے لیے قابل فخر ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! میں کوئٹہ میٹروپولیٹن کے جو وسائل ہیں اور کوئٹہ میٹروپولیٹن کی جو مشکلات ہیں اُس حوالے سے بات کروں گا کہ کیونکہ یہ ہماری دارالخلافہ ہے اور اس کی آبادی تقریباً 23 لاکھ سے زیادہ جو ہماری موجودہ مردم شماری ہے اُس کی مطابق 23 لاکھ ہے۔ لیکن کوئٹہ میں بسنے والے اس سے کئی زیادہ لوگ تقریباً 40 لاکھ لگ بھگ لوگ یہاں پر رہتے ہیں۔ کوئٹہ کے بہت سارے مشکلات کے ساتھ پانی کا، بجلی کا، گیس کا، ایک صفائی کا مسئلہ بھی بڑا گھمبیر مسئلہ ہے جناب اسپیکر صاحب اور خصوصاً ان دنوں میں جب ایک چھوٹی سی بارش ہو جاتی ہے بجلی تو چلی جاتی ہے گیس بھی چلا جاتا ہے اور ساتھ ہی کوئٹہ کے اندر اتنی نالی گٹر اور اس قسم کے چیز اُبل جاتے ہیں کہ یہ کوئٹہ پھر ایک کچھرے کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ اسی کوئٹہ پر میں یہ نہیں کہوں گا کہ ہمارے محترم وزیر تو اب اس منصب پر آیا ہے لیکن اس کوئٹہ پر اربوں روپے خرچ کیے گئے۔ صفائی کے حوالے سے سیوریج کے حوالے سے جناب اسپیکر صاحب اور خصوصاً حال ہی میں یہ جو موجودہ بارش ہوا اُس بارش میں بھی جو کوئٹہ کے اندر اتنے کچرے اکٹھے ہوئے اُس کی ایک بہت بڑی وجہ جناب اسپیکر صاحب میں آپ کی توجہ کوئٹہ کی مسائل کی طرف اس لیے توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ

کوئٹہ کی جو ایک ماہانہ حکومت کی طرف سے بلدیات کو میٹروپولیٹن کو اب تک جو فنڈ دیا جا رہا ہے تین کروڑ روپے کے قریب ان کی گاڑیوں کی repair، ان کی fuel کے لیے، ان کے صفائی کے لیے بہت سارے مسائل کے ساتھ ان کو تین کروڑ روپے اتنی بڑی آبادی کے لیے انتہائی ناکافی ہے۔ اور حال ہی میں جو چار یونین کونسل کوئٹہ کے گرد و نواح جس میں کچی بیگ ہے، شادین زئی ہے، بلیلی ہے، کچلاک ہے۔ یہ بھی اس شہر کے اند شامل کیا گیا ہے مجھے انتہائی خوشی ہوئی کہ ہمارے محترم وزیر صاحب نے ان علاقوں کا دورہ کیا جو حال ہی میں شامل ہوئے۔ اور وہاں پر انہوں نے پروگرامات بھی کیے۔ انہوں نے یقین دہانی بھی کرائی اور ایک اچھی کوشش بھی کہ ان علاقوں کا انہوں نے ایک demand بنایا اور حکومت بلوچستان کو انہوں نے بھیج دیا کہ نئے شامل ہونے والے جو آبادی ہے ان میں صفائی کی انتہائی ضرورت ہیں ان کے لیے نئے machinery، نئے افرادی قوت اور ساتھ ہی ان کے لیے offices کی ضرورت ہے۔ یہ سارے demand ہمارے وزیر بلوچستان کے table پر ہے وہاں سے میرے خیال میں کچھ بھی approve ہو کر واپس نہیں آتا ہے۔ ہمیں تو ایک اچھی یقین ہوا کہ جب ہم اس کوئٹہ میٹروپولیٹن کے اندر شامل ہوئے کہ اب ان علاقوں میں صفائی ہونے والا ہے۔ ہمارے علاقے بھی اُس طرح ترقی کرینگے جس طرح کوئٹہ شہر میں ہے۔ لیکن بد قسمتی سے یہ ایک ڈیڑھ سال کے دوران جناب اسپیکر صاحب ہمارے وہ فنڈ اب تک وزیر اعلیٰ کے table پر ہے اور روکے ہوئے ہیں جب تک آپ ان پیسوں کو روکیں گے یہ شہر ایک گندگی کا ڈھیر بن جائے گا۔ اور پھر کوئٹہ میٹروپولیٹن کی اپنی بہت سارے ایسے revenue generate ہوتے تھے خاص کر یہ cycle stand ہے، یہاں پر taxi stand۔ یہ جو کرونا کا virus آ گیا اُس کے بعد یہ ان کے تمام جتنے بھی فنڈز وہ اکٹھے کرتے تھے وہ ہائی کورٹ کے ایک حکم کے تحت وہ بند کر دیا گیا۔ اُدھر سے بھی ان کے ہاتھ باندھے گئے۔ اب اتنی قلیل رقم میں جب ہم metropolitan کے administrator کے پاس جاتے ہیں تو وہ اپنے بے بسی کا اظہار کرتا ہے۔ اور جب ہم حکومت کے پاس یہ کوشش کرتے ہیں کہ کیوں اُس کو فنڈز جاری نہیں کیا جاتا تو حکومت کی طرف سے یہ ہے کہ جناب اسپیکر صاحب اب تک پہلے ایک زمانہ تھا کہ جب قیام پاکستان سے پہلے انگریز یہاں پر ہوتا تھا یہ پچاس ہزار کی آبادی تھی اور اس پچاس ہزار کی آبادی کے لیے اُس وقت انگریز سے 450 صرف کچھہرہ دان یہاں پر بنے ہوئے تھے۔ آج اگر آپ اس پورے شہر کا visit کرے تو آپ دور بین بھی لگائیں میرے خیال میں سب لوگوں کو آلاٹ ہو چکے ہیں اور یہاں پر کوئی کچرہ دان بھی نہیں ہے۔ وہ 50 ہزار کی آبادی، قیام پاکستان سے پہلے اور اب 40 لاکھ کی آبادی کے لیے آپ دیکھ لیں کہ آیا یہ جو وسائل ہیں یہ کافی ہیں، اگر یہ ناکافی ہیں تو پھر اس کوئٹہ میٹروپولیٹن metropolitan، کوئٹہ شہر جو ہماری

دار الحکومت ہے۔ جب ہم اپنے دار الحکومت کو صاف نہیں کر سکتے اس کو فنڈ نہیں دے سکتے، اس کی صفائی کا خیال نہیں کر سکتے۔ تو پھر باقی بلوچستان صوبہ جو ہے میرے خیال میں وہاں پر کچھ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی لیے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں جناب اسپیکر صاحب کہ کوئٹہ میٹرو پولیٹن کے جو وسائل ہیں وہ انتہا محدود اور کم ہے۔ اور کرونا کے وائرس کی وجہ سے جو revenue اُن کو generate ہو رہی تھی وہ بھی روکا گیا ہے۔ اب اتنے کم وسائل میں نہ اس شہر کی صفائی ہو سکتی ہے نہ نالیوں کی صفائی ہو سکتی ہے۔ اس شہر کو اگر اس طرح چھوڑا گیا تو یہ ایک کچھرے کا ڈھیر بن جائے گا۔ اور اگر میرے خیال میں کچھ مجھے اندازہ ہے شاید یہ جو موجودہ administrator ہے اس کے ساتھ شاید ہمارے وزیر اعلیٰ یا ان کی حکومت کی کوئی ان کے ساتھ ان بن ہے اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ وہ اس عہدے پر رہے۔ میں یہ بات یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن میرے کہنے کا مقصد کہ اگر ایک شخص اور ایک فرد کی وجہ سے آپ پورے چالیس لاکھ کے آبادی کو سزا کیوں دینا چاہتے ہیں۔ آپ اُس شخص کو اگر وہ یہاں پر کام نہیں کر سکتے اُس کو ہٹا کر دوسرے کو لاسکتے ہیں۔ لیکن اس کو نہ شہر کے چالیس لاکھ کی آبادی کو خدرا یہ سزا نہ دے اور نئے شامل ہونے والے جو یونین کونسلز ہیں اُن کے لیے جو proposal ہمارے منسٹر صاحب نے بنائے تھے، ہم آپ سے یہی گزارش کرتے ہیں کہ آپ آج رولنگ دے دیں کہ کم سے کم وہ بھی اس شہر کا حصہ ہے اگر اُن کے لیے صفائی کے انتظام کے لیے کچھ اور مشینری آسکتی ہے تو اُن کو release کیا جائے یہ میری گزارش ہے جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وقفہ سوالات۔ ملک نصیر شاہوانی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 195 دریافت فرمائیں۔

☆ 195 ملک نصیر احمد شاہوانی رکن اسمبلی 26 دسمبر 2019 کو موخر شدہ

نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 9 اپریل 2020

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ موجودہ دور حکومت میں مختلف سرکاری محکمہ جات میں روزانہ اجرت کی بنیاد پر تعینات کردہ ملازمین کے نام بمعہ ولدیت، عہدہ، گریڈ اور لوکل / ڈومیسائل کی محکمہ وار تفصیل دی جائے۔

وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

جواب موصول نہیں ہوا۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب اسپیکر! میرے خیال میں 195 والا جو سوال ہے اس میں آپ خود بھی غور کریں، میں نے بھی اس کو تھوڑی دیر پہلے پڑھا کہ نوٹس موصول ہونے کی تاریخ 09 اپریل 2019ء اور پھر 26 دسمبر کو یہ سوال جب آ گیا تو یہ پھر مؤخر ہو گیا اور آج تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد دوبارہ یہ سوال آیا ہوا ہے اور نیچے لکھا ہوا ہے کہ

جواب موصول نہیں ہوا۔ تو اس بات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہماری حکومت کی کارکردگی کیا ہے۔ جب ڈیڈھ سال میں وہ اپنی ایک محکمہ جس کو S&GAD کہتے ہیں جو اس شہر کے اندر اور اس شہر کے وسط میں جو پوری نظم و ضبط ہمارے سب system کو چلا لیتا ہے وہ اپنی ملازمین کی تعداد اس اسمبلی تک نہیں لاسکتے تو اس سے بڑی نااہلی اس حکومت کی آپ کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ ڈیڈھ سال کے بعد بھی اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس میرے خیال میں کوئی technical سوال بھی نہیں ہے ایک چھوٹا سا سوال میں نے کیا ہے جس کو پڑھ کر میں ایوان کے لیے۔ کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطاع فرمائیں گے کہ موجودہ دور حکومت میں مختلف سرکاری محکمہ جات میں روزانہ اجرت کی بنیاد پر تعینات کردہ ملازمین کے نام بمعہ ولدیت، عہدہ، گریڈ اور لوکل ڈومیسائل۔ اس کی ایک list آئی ہے جو آپ کی ریکارڈ میں پڑا ہوگا، آپ کے computer میں پڑا ہوگا۔ میرے خیال سے آپ اس ایوان کے custodian ہے جناب اسپیکر صاحب اس قسم کے یہ میرے خیال میں ایک ایسا سوالیہ نشان کہ یہ غفلت کے اُس میں آجاتی ہے۔ اگر یہ غفلت ہے کہ ایک سوال جس کی ڈیڈھ سال بعد بھی جواب موصول نہیں ہوا ہے اور ایک دفعہ موخر ہوا ہے تو پھر ہم اس کے بعد آئندہ یہ تصور کرے کہ ہم اس حکومت سے کوئی سوال ہی نہیں کریں گے اس کے وزراء اتنے نااہل ہے کہ یہ جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں۔ یا پھر اس حکومت کی جو مشینری ہے ہمارے سیکریٹریز ہیں وہ اتنے نااہل ہیں کہ اس ایک سوال کا جواب اس ایوان تک لانے میں ڈیڈھ سال کے بعد اس کا جواب آجاتا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ کس لیے جواب موصول نہیں ہوا ہم کس لیے سوال کرتے جناب اسپیکر صاحب۔ ہم اس سوال کا جواب چاہتے ہیں آج حکومتی اراکین سے یہ ہم وضاحت چاہتے ہیں کہ کیوں ڈیڈھ سال کے بعد ایک دفعہ یہ سوال موخر ہوتا ہے۔ میں عبدالحق ہزارہ سے اور سوال کروں اُس کے محکمے کے بارے میں یہ ministry جن کے پاس ہے میں اُس سے یہ سوال چاہتا ہوں کہ وہ اس سوال کا جواب دیں۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: تو میں براہ مہربانی، چونکہ آپ کا سوال جو ہے کہ محکمہ جات میں روزانہ اجرت کے بنیاد پر تعینات کردہ ملازمین کے نام، تو یہ اجرت پر ملازمین کے حوالے سے ہیں اس کے حوالے سے بھی میں آپ کو یہ یقین دہانی کراؤں گا کہ اگلی بار آپ کو اس سوال کا جواب ملے گا۔ چونکہ تھوڑا complicated ہے اجرت کی بنیاد پر بہت سارے ہو سکتے ہیں۔ اگلی بار اس کی جواب میں دوں گا آپ کو۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: نہیں، نہیں، کوئی complicated نہیں ہے اس میں۔ نہیں آپ غلط بات کر رہے جناب آپ اپنا جان چھڑا رہے ہیں۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: آپ کو جواب ملے گا۔ next اجلاس میں آپ کو جواب مل جائے گا۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: نہیں جی میں آپ کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔ آپ وزیر اعلیٰ صاحب کا جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب سوال سادہ سا ہے کہ اجرت کی بنیاد پر S&GAD میں کتنے ملازم ہیں۔ اگر ہیں تو آپ بولیں کہ اتنے ہیں اگر نہیں ہیں تو آپ بولیں کہ نہیں ہیں۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: اگلی بار آپ کو مہیا کریں گے ملک صاحب انشاء اللہ۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: نہیں جناب اسپیکر صاحب اس سوال کی آج ڈیڑھ سال کے بعد یہ کیوں اس سوال کا جواب نہیں ہو رہا اور ایک دفعہ موخر بھی ہوا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ اجرت کی بنیاد پر کتنے ملازم ہیں اس کا جواب نہیں ہے تو کیسے نہیں ہیں؟۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ اگلی بار آپ کو مل جائے گا ملک صاحب زود مت کر لیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: نہیں نہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in the House۔ یقیناً اس سوال کو کافی عرصہ ہوا ہے ڈیڑھ سال ہو گئے ہیں۔ تو یہاں سے اپنی سیکرٹریٹ کی طرف سے ابھی میں اپنی طرف سے یہ رولنگ دیتا ہوں کہ تین دنوں کے اندر اندر اس سوال کا جواب جو ہے بلوچستان اسمبلی جو بھجوا دیا جائے۔ اور اُس کے بعد اگر سیکریٹری صاحبان سوالات کے جوابات نہیں دینگے تو اُن کے خلاف جو ہے privilege motion یا اُن کے خلاف کوئی اور کارروائی کی جائے گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جناب ثناء بلوچ صاحب آپ اپنا سوال نمبر 209 دریافت فرمائیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر۔ question number 209۔

☆ 209 ثناء اللہ بلوچ رکن اسمبلی 27 فروری 2020 کو موخر شدہ

نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 25 ستمبر 2019

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 2016 میں گوادریس میں CEPC سے متعلق ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا نیز کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ کانفرنس کیلئے پرنٹنگ اور پروموشن کے کام M/S Al Subhan سے کروائے گئے۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو ان کاموں کے ٹینڈر کن کن اخبارات میں مشتہر کیے گئے نیز پرنٹنگ اور پروموشن کی مدد میں مذکورہ پرنٹنگ پریس کو ادا کردہ رقم کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: میں وزیر صاحب کی جانب سے جواب دے رہا ہوں۔ جی پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

جواب ضخیم ہے اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جناب ثناء بلوچ صاحب! کوئی ضمنی سوال ہے؟۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ میں نے یہ سوال کیا تھا آج سے کوئی 2013ء کے بعد سے جب سی پیک بلوچستان میں شروع ہوا، جتنے زیادہ functions جتنے زیادہ ceremonies جتنی زیادہ inaugurations جتنے بڑی tents جتنے بڑے شامیانے جتنے بڑے کھانے جتنی زیادہ جہازیں جتنی زیادہ شوشہ، سی پیک کے حوالے سے بلوچستان میں ہوا وہ کہیں پر بھی نہیں ہوا۔ لیکن جب آپ ultimately سی پیک کے projects دیکھیں بلوچستان میں 72 ارب ڈالر تک پہنچ گیا ہے اُس میں ہمارا 3 سو mega watt ایک گواڈر کا شروع ہونا تھا وہ ابھی تک شروع نہیں ہوا بجلی پیدا کرنے کا ایک منصوبہ۔ اس کے علاوہ گواڈر پورٹ کا تک تھا۔ باقی بلوچستان میں یہاں پر صرف میں نے سوال کیا تھا کہ سی پیک سے متعلق ایک conference ہوئیں اور اُس conference میں جب ہم نے دیکھا TV پر میڈیا پر تو بڑے شادیے بڑی چیزیں تھی۔ تو آیا یہ جو سی پیک سے متعلق اتنا بڑا منصوبہ یہ اتنے بڑے شادیاں تھے۔ یہ طریقہ کار کیا تھا۔ یہ کس کمپنی کو دی گئی۔ یہ کیسے اخبارات میں ٹینڈر ہوا۔ اس پر کل کتنے اخراجات آئے۔ تو جواب مجھے یہ ملا ہے جناب والا کہ یہ جلد بازی میں کی گئی۔ لہذا جو ہے اُس کو جو ہے جو طریقہ کار ہے اُس کو ہم نے اُس میں relax کر دیا۔ اور اس لیے لہذا جو ہے وہ اخبارات میں مشتہر کئے گئے۔ اور اس میں تو جناب والا مجھے حیرت یہ ہوتی ہے کہ سی پیک کے نام پر کروڑوں روپے تو اشتہارات کی مد میں، premotion کی مد میں ہیں۔ تو مجھے زرا صرف یہ بتادیں کہ یہ جو ceremony ہوئی تھی اس ceremony میں جو وعدے ہوئے تھے۔ جس پر 1 کروڑ 10 لاکھ روپے سے زیادہ خرچ ہوئے اس میں جو وعدے ہوئے تھے کیا وہ وعدے سارے پورے ہوئے یا 1 کروڑ 10 لاکھ روپے اس طرح ضائع گئے؟۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: دیکھیں ثناء بھائی آپ کو سوال کا جواب تو موصول ہوا ہے مجھے معلوم نہیں ہے میرے اس سوال کے جواب سے اگر آپ کو کہیں پر جو ہے مطلب کوئی بات ہے اس میں کوئی خامی ہے اس میں مزید آپ کو سوال کرنا ہے۔ تو آپ kindly مجھے بتادیں میں اُس کا جواب دوں گا۔ باقی سارا detail اس میں دیا ہوا ہے کہ جلد بازی میں نہیں ہے وقت کی کمی کے باعث PEPPRA Rules کے حوالے سے انہوں نے کہا تھا۔ اور یہ ہے بھی 2016ء کی بات ہے۔ کاش ہوتا تھا کہ 2018ء سے اُس میں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ being the Member of PAC۔ چیئر مین صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ کل ہم نے مطلب ایک کتابی شکل دیا ہے اپنے جو سارے achievements تھے۔ یعنی طور پر ہمارے چیئر مین اختر لاگو صاحب قابل تعریف بھی ہے audit

paras میں PAC میں اٹھا کر آپ سوال کرتے ہیں۔ یہ already مطلب جو ہے اُس میں PAC میں دیا ہوا ہے اس پر audit para لگا ہوا ہے۔ اگر audit para کو دوبارہ ہم یہاں اُس پر بحث کر لیں تو یقینی طور پر یہ صرف time ضائع کرنے کا مترادف ہے PAC already میں دیا ہوا ہے آپ بھی بیٹھے ہیں میں بھی بیٹھا ہوں آپ دیکھیں اُس کو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر میرا دیکھے میرا یہ سوال کرنے کا بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ سی پیک پہلے تو کوئی چھوٹا منصوبہ نہیں ہے اس میں کوئی چیز جلد بازی میں نہیں ہونی چاہئے۔ اگر یہ کوئی planned پروگرام تھا یا تو یہ ہے بلوچستان میں لوگوں کو مسلسل لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لیے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: نہیں یہ 2016 event میں منعقد ہوا کہ ابھی؟

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: یہ 2016ء میں ہوا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: یہ 2016ء میں ہوا جناب والا لیکن ضروری نہیں ہے میں ابھی آ رہا ہوں system کی طرف یہ letter بھی S&GAD کا یہاں پر منسلک ہے اس کے ساتھ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس پر audit para لگا کیا government of balochistan نے اس پر کوئی inquiry initiate کی کہ اس طرح کے جو طریقے کار ہے اس کو آئندہ روکا جائے مطلب کوئی ایسا initiative لیا PAC میں آیا میں خود PAC کا ممبر ہوں۔ اس پر واقعی اعتراضات اٹھیں ہیں اس میں جو غلطیاں تھی وہ ساری سامنے آئی ہیں۔ لیکن اس اسمبلی کے forum پر کیا اس طرح کے طریقہ کار ہے وہ آئندہ کئے جائینگے یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے اس سے پہلے بلوچستان میں sports departments کے فنڈز 2016ء میں 2015ء میں جناب والا ستر، ستر کروڑ روپے جو ہے وہ بغیر ٹینڈرز کے نکال دیئے گئے ہیں 14 اگست کے function کے لیے، شادیوں کے لیے concerts کے لیے، گلوکاروں کو لانے کے لیے۔ تو یہ غریب صوبہ مطلب کیسے اس بات کا متحمل ہو جاتا ہے کہ اچانک ایک ہفتہ پہلے کسی حکمران کو خواب آجائے کہ ہم نے بلوچستان میں جو ہے۔ وہ بڑا شور شرابہ کرنا ہے کوئی ہم نے نیا تھیٹر لگانا ہیں، کوئی ہم نے concert کرنا ہیں۔ ہم نے شادیاں بجانے ہیں۔ لہذا آپ بھی پیپرا وغیرہ سارے relax کر دیں اور آپ نے یہ پروگرام کروانا ہے۔ تو گورنمنٹ اپنے اندر کوئی اتنی کم از کم یہ جو غلطی جس نے بھی کی ہے۔ اس پر inquiry کم از کم آپ لوگ تو کر لیں۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: PAC میں آیا ہوا ہے نہیں ثناء بھائی دیکھیں میں کہہ رہا ہوں کہ بھی PAC میں دیا ہوا

ہے audit para لگایا ہوا ہے۔ ابھی آپ کی اور چیئرمین صاحب کی اور ہماری پوری کمیٹی کی ذمہ داری ہے کہ اس کو جانچے پرکھے اور جو بھی قابل سزا ہے اُس کے خلاف مطلب ہے ہم لکھیں۔ یہ تو clearly آپ نے کیا ہے PAC نے کیا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ خالق ہزارہ صاحب ایک تو آپ چیئر کو address کیا کریں اور دوسرا آپ غصہ نہیں کیا کریں۔

جناب اختر حسین لانگو صاحب آپ اپنا سوال نمبر 230 دریافت فرمائیں؟
میر اختر حسین لانگو: sir ثناء کا 210 رہ گیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی آپ اپنا سوال نمبر 210 دریافت فرمائیں؟ ثناء بلوچ صاحب

جناب ثناء اللہ بلوچ: question نمبر 210؟

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: پڑھا ہوا تصور کیا جائے جناب والا۔

☆ 210 ثناء اللہ بلوچ رکن اسمبلی 27 فروری 2020 کو موخر شدہ

نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 25 ستمبر 2019

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔ سال 2008 تا 2018ء کے دوران حکومت کی جانب سے وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی سال وار تفصیل دی جائے نیز ان کا موں کو جن جن اخبارات میں مشتہر اور جن جن کمپنیوں کو سونپا گیا کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

سال 2008 تا 2012 کے دوران وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ لیر جیٹ 31A پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی سال وار تفصیل ذیل ہے۔

نمبر شمار	مجاز کارخانہ دار کا نام	مرمت کی لاگت
1	طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	5,000,000/-
2	ایگزٹ جیٹ دوہنی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ	681,466/-
	سال 2008 میں طیارے میں مرمت کی کل لاگت	5,081,466/-

سال 2009 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ لیر جیٹ 31A پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل

5,000,000/-	طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	1
13,339,000/-	ایگزیکٹو دوہنی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنیو لا خرچہ	2
8,500,000	ایگزیکٹو دوہنی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنیو لا خرچہ	3
12,668,934/-	بمبارڈیئر سمارٹ کی خریداری پر آنے والا خرچہ	4
325,920/-	یونیورسل امریکہ سے طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	5
39,833,854/-	سال 2009 میں طیارے میں مرمت کی کل لاگت۔	

سال 2010 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ لیبر جیٹ 31A پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل

251,980/-	جیٹ کیرکپنی سے طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	1
1,528,878/-	یونیورسل امریکہ میں طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	2
24,44,507/-	ایگزیکٹو جیٹ سروس سینٹر دوہنی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ	3
6,197,418/-	یونیورسل امریکہ سے طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	4
343,215/-	یونیورسل امریکہ سے طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	5
4,000,000/-	طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	6
3,029,450/-	طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	7
17,795,448/-	سال 2010 میں طیارے میں مرمت کی کل لاگت	

سال 2011 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ لیبر جیٹ 31A پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل

42,250,000/-	ایگزیکٹو جیٹ سروس سینٹر دوہنی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ	1
373,050/-	یونیورسل امریکہ میں طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ	2
43,200,000/-	ایگزیکٹو جیٹ سروس سینٹر دوہنی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ	3
5,800,000/-	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ	4
2,635,466/-	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ	5
94,258,516/-	سال 2011 میں طیارے میں مرمت کی کل لاگت	

سال 2012 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ لیبرجیٹ 31A پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل

11,354,521/-	1	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
259,440/-	2	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
5,381,405/-	3	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
16,995,366/-		سال 2011 میں طیارے میں مرمت کی کل لاگت

سال 2013 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ وی ایکس آر-45 پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل ذیل ہے۔

نمبر شمار	مجاز کارخانہ دار کا نام	مرمت کی لاگت
1	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ	5,292,507/-
2	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ	6,722,758/-
3	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ	822,242/-
4	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ	16,000,000/-
5	طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ	7,410,000/-
6	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ	450,000/-
7	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ	4,707,300/-
	سال 2013 میں طیارے کی مرمت پر کل لاگت	41,404,807/-

سال 2014 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ وی ایکس آر-45 پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل

1,114,839/-	1	بمبارڈیئر سمارٹ پارٹ کی خریداری پر آنے والا خرچہ
10,844,163/-	2	بمبارڈیئر امریکہ سے پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
5,000,000/-	3	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ
941,710/-	4	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
8,989,020/-	5	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ

26,885,732/-	سال 2014 میں طیارے میں مرمت کی کل لاگت
--------------	--

سال 2015 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ وی ایکس آر-45 پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل

1,739,106/-	1	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ
15,891,400/-	2	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
5,500,000/-	3	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ
4,216,139/-	4	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ
4,298,737/-	5	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
886,030/-	6	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ
32,531,412/-		سال 2015 میں طیارے کی مرمت پر آمدہ کل لاگت رقم

سال 2018 تک وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ وی ایکس آر-45 پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی تفصیل

787,750/-	1	
586,500/-	2	یونیورسل امریکہ میں طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ
15,655,700/-	3	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ
664,930/-	4	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
536,268/-	5	پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ
1,738,520/-	6	یونیورسل امریکہ میں طیارے کے پرزوں کی خریداری پر آنے والا خرچہ
43,566,969/-	7	ایگزیکٹیو جیٹ سروس سینٹر دوہئی میں طیارے کی دیکھ بھال پر آنے والا خرچہ
63,536,637/-		سال 2018 میں طیارے کی مرمت پر آمدہ کل لاگت رقم

(الف) وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ پر مرمت وغیرہ کے اشتہارات کو اخبارات میں مشتہر نہیں کیا جاتا، کیونکہ وزیر اعلیٰ کا خصوصی طیارہ جس کمپنی سے خریدا جاتا ہے۔ اسی کمپنی سے اس کی مرمت اور دیکھ بھال کروائی جاتی ہے، کیونکہ طیارہ اس وقت گارنٹی/ضمانت پر ہوتا ہے اس لئے کمپنی اس کی مرمت اور دیکھ بھال پر رعایت/چھوٹ دیتی ہے۔ وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارے کی مرمت اور دیکھ بھال پاکستان میں کوئی کمپنی نہیں کرتی اس لئے اس کی مرمت اور دیکھ بھال

مذکورہ کمپنی سے کروائی جاتی ہے۔

(ب) وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارے کی مرمت اور معائنہ سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے یہ معاملہ اور مرمت تین سو (300) گھنٹے کی اڑان کے بعد یا سال پورا ہونے کی صورت میں ہوتی ہے۔ یہ معائنہ اور مرمت اسی کمپنی سے کروائی جاتی ہے۔ جس کمپنی سے طیارہ خریداجاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی کوئی ضمنی سوال ہے؟۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب اسپیکر! یہ سوال میں دو دفعہ پہلے بھی آیا تھا پھر defer ہو گیا کچھ معلومات نہیں تھی اور منسٹر صاحب موجود نہیں تھے۔ اب بھی منسٹر صاحب موجود نہیں ہے میرا خیال میں S&GAD چیف منسٹر صاحب کے پاس ہے میں نے سوال کیا تھا کہ وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارے پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمد اخراجات --- (مداخلت)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ کا question نہیں ہے آپ کا توجی دلاؤ نوٹس ہے۔ وہ رولز میں سوالات کے بعد آئے گا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: آپ کا سردار صاحب! توجہ دلاؤ ہے آپ کا وہ ہونہیں سکتا سب سے پہلے سوال ختم ہوتے ہیں پھر۔ ہاں اگر روز اگر relax کرتے ہیں مجھے پرواہ نہیں، مجھے فرق نہیں پڑتا۔ تو جناب والا! میں نے جو سوال کیا تھا وہ یہ ہے کہ جو خصوصی طیارہ ہے وزیر اعلیٰ صاحب کا ہے 10 سالوں میں اُس کی مرمت پر کتنے اخراجات آئے ہیں۔ تو یہ آپ اگر تفصیلات دیکھیں لیں جناب والا اس غریب صوبے میں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی سردار صاحب۔

سردار یار محمد (وزیر محکمہ تعلیم): سر میں معزز ممبر کا جواب دوں گا مجھے ایمر جنسی ہے تو میں صرف ان کو answer دینے کے لیے آیا ہوا پھر مجھے دو منٹ کی اجازت دیدیں تاکہ اگر ممبر صاحب mind نہ کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: رند صاحب! یہ دو تین، سوالات کے جوابات نہیں آئے تو جلد یہ ختم ہو کر اپنا آپ کا جو ہے توجہ دلاؤ نوٹس ہے آپ تھوڑا انتظار کریں۔ جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جناب اسپیکر صاحب یہ تقریباً اس طیارے کی مرمت پر اس 10 سالوں میں کوئی جناب والا! کوئی 13 سے 14 کروڑ روپے کے اخراجات ہیں۔ اور جب ہم نے PAC میں بھی یہ کہا کہ ہمیں ان اخراجات کی تفصیلات دی جائیں۔ آیا یہ کون سے پرزے ہیں جو اتنے مہنگے ہیں کن سا پرزہ کیسے صحیح ہوا اُس کی کوئی invoices ہوگی اُس کی کوئی entry ہوگی اُس کے اور آپ کے پاس کاغذات کی کوئی تفصیل

ہونی چاہئے۔ لیکن اُس میں کوئی بھی تفصیل نہیں دی گئی اور آپ دیکھ رہے ہیں جو ہم نے سوال کیا تھا کہ محض کاموں کو جن جن اخبارات میں مشتمل یعنی ٹینڈر کیا گیا۔ اور جن جن کمپنیوں کو یہ کام دی گئی اُن کی تفصیلات آنی چاہئے۔ یہ دیکھے اس غریب صوبے میں پھر 20 سے 25 کروڑ روپے پھر اُس کے بعد جناب والا جواب میں آمد اخراجات کی ساری تفصیل تو دی ہے۔ لیکن نہ کمپنی کا نام دیا ہے نہ اخبار کی تفصیل دی ہے نہ ٹینڈر کی تفصیل دی ہے۔ اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ کیسے کس کمپنی کو دی گئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ کا سوال آگیا ثناء بلوچ صاحب حکومتی اراکین میں سے کن اس کا جواب دینا چاہے گا؟۔ وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: دیکھیں سوال کا جواب بہت clear ہے۔ پھر میں جناب اسپیکر میں آپ سے کہوں گا کہ یہ بھی مطلب یہ سوال بھی جو ہے PAC سے اٹھایا گیا ہے۔ پہلے سے یہ PAC میں موجود ہے۔ تو میری پھر request میری یہی ہے کہ ثناء بھائی ہم چونکہ PAC میں آئے سارا دن جو ہے ہم PAC کے، جو آپ کو refer ہو چکا ہے already مطلب جو ہے PAC میں پڑا ہوا ہے میری گزارش یہ ہے جو forum ہے اُس forum پر اسکو حل کیا جائے۔ باقی جو detail ہے اگر آپ اس میں سے سوال کرنا چاہتے ہیں تو یہ 2008ء سے 2018ء تک آپ نے پوچھا ہے کاش آپ پوچھتے 2018ء آج تک کتنا خرچہ ہوا ہے اس پر کہا کہا ہوا ہے کہا نہیں ہوا ہے۔ لیکن اُس کے باوجود اگر آپ صرف کمپنی کا نام پوچھتے ہیں۔ تو یہ میں کہوں کہ پرانا جہاز جو ہے مطلب جو پرانا جہاز تھا وہ 2012ء میں ground ہو چکا ہے اور اُس کے بعد نیا جہاز جو خریدا ہے اگر اُس بارے میں آپ پوچھتے جو بھی اخبار میں مشتمل ہوا ہے اُس کا جواب دیا گیا ہے آپ پڑھ لیں۔

میر اختر حسین لاگلو: کن کن اخباروں میں اشتہار دیئے گئے تھے اُن کے نام اور تفصیل نہیں ہیں یہاں پر۔ اور جناب اسپیکر میرے دوست عبدالخالق صاحب ہمارے ساتھ ممبر بھی ہیں PAC میں۔ PAC میں یہ مسئلہ exact یہ والا تو نہیں ہے لیکن انہی جہازوں کے repair اور ان کے حوالے سے audit report میں PAC میں ہم نے دو دفعہ نوٹس کیا ہے۔ لیکن آپ کا جو chief pilot ہے وہ وہاں پر پیش ہونے کے لیے تیار نہیں ہے وہ آ نہیں رہا ہے اُس کے خلاف S&GAD کو لکھا ہے چیف سیکرٹری کو لکھا ہے اُنہوں نے اُن کو نوٹس کیا ہوا ہے۔ اُس کے باوجود وہ گورنمنٹ کی بھی نہیں مان رہا ہے لیکن گورنمنٹ اس کے باوجود اُس کے کہنے پر اس غریب صوبے کے، یہ پیسے جو ہیں ابھی تک برباد کر رہا ہے اور ابھی تک وہاں بندہ بیٹھا ہوا ہے اور ابھی وہ جو ہے اس پر آ نہیں رہا ہے۔ اور عنقریب ہم نے یہ last نوٹس اُس کو دیا ہے اگر وہ نہیں آیا اس دفعہ PAC میں ہم اُس کے خلاف privilege میں یہاں اسمبلی میں آئیگی۔ لیکن جناب والا! اس میں جو سوال کیا ہے ثناء بلوچ صاحب کا

question ہے اس کو سب سے بڑا جو معاملہ ہے وہ ان اخراجات کی ہیں جو ان کی تفصیل کوئی نہیں ہے۔ دیکھیں جناب اسپیکر! اگر کوئی اخراجات سالانہ دیا ہوا۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: سالانہ اخراجات دیئے ہوئے ہیں۔

میر اختر حسین لانگو: ابھی عبدالحق بھائی! میں آپ کو بتاتا ہوں سالانہ۔ آپ question پڑھ لیں۔ میں question پڑھ کے سنا تا ہوں ثناء بلوچ کا۔ کہ سال 2008ء تا۔ اب سن لیں۔ جناب اسپیکر! میں question پڑھتا ہوں۔ کہ 2008ء تا 2018ء کے دوران حکومت کی جانب سے وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارے پر مرمت وغیرہ کی مد میں اخراجات کی سال وار تفصیل دی جائے نیز ان کاموں کو جن جن اخبارات میں مشتمل کیا گیا ہے۔ جناب والا! سال وار تفصیل یہ ہمارے پاس موجود ہے۔ کہ جن جن اخبارات میں مشتمل کیا گیا ہے؟۔ اس کا جواب نہیں ہے۔ جن جن کمپنیوں سے یہ کام کروائے گئے ہیں؟۔ اُس کی تفصیل موجود ہے۔ جناب والا! جیسے کہ میں نے کہا کہ component کا جواب آ گیا ہے۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: اختر صاحب! جواب سُن لیں سارے ہاؤس کو پتہ چلے کہ جواب ہے۔

میر اختر حسین لانگو: جناب! آپ کا جواب بھی میرے ساتھ ہے نا۔ جواب آپ کا یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارے jet 31a پر مرمت وغیرہ کی مد میں آمدہ اخراجات کی سال وار تفصیل درج ذیل ہے۔ جواب ضخیم ہے اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: اختر لانگو صاحب آپ آگے گئے ہیں نہیں نہیں آپ کہتے ہیں کہ اخبار میں مشتمل نہیں کیا گیا ہے اُس کا جواب دیا ہوا ہے نہیں نہیں آپ کیوں conclude کر رہے ہوں بھئی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اختر حسین لانگو صاحب دیا ہوا ہے کہ۔ اخبار میں نہیں دیا ہے۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: میں پڑھ رہا ہوں نا۔ وزیر اعلیٰ کے خصوصی طیارہ کے مرمت وغیرہ کے اشتہارات کو اخبارات میں مشتمل نہیں کیا جاتا۔ ہاں بس آپ کا جواب آپ کا جواب کمپنی کا نام آ گیا ہے بات سنیں نا۔

میر اختر حسین لانگو: کس کمپنی سے کروایا ہے ہزار گنجی سے کروایا ہے کہا سے کروایا ہے۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: کمپنی ہے American Bombardier کمپنی ہے اس کمپنی سے مرمت اور دیکھ بھال کروائی جاتی ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا! اس صوبے میں جہازوں کی تعداد دن بہ دن پڑتی جا رہی ہے اس بجٹ میں بھی

2 ارب کا ایک جہاز ہے۔ آپ تھوڑی سی اس context کو سمجھیں اس غریب صوبے کے۔۔۔ (مدخلت)۔ یار!

یہ PSDP۔ جناب میں خدا کرے یہ صوبہ اتنا امیر ہو کہ ہم سب کے ساتھ ایک ایک جہاز ہو۔ جس طرح اگر دیہی والوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ UAE والوں کے ساتھ۔ کویت والوں کے ساتھ اس صوبے میں بھی خدا کرہ کسی کے پاس ہو۔ لیکن اس وقت جو ہماری صورتحال ہے دیکھیں! میرے میں transparency یہ ایوان جو ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ شفافیت زیادہ سے زیادہ ہو، PAC سے، جب اس طرح کے اسی سے منسلک کسی قسم کا سوال آیا تھا۔ تو میرے ذہن میں یہ آیا کہ ہم زرا پتہ تو کریں کہ 10 سالوں میں یہ چھ، چھ کروڑ، ساڑھے 6 کروڑ، 4 کروڑ، 3 کروڑ سال وار آپ جاتے ہیں ان سب کو ملے کے یہ چالیس، پچاس کروڑ بن جاتے ہیں۔ میرا simple سوال یہ ہے کہ اگر آپ نے اخبار میں مشتہر نہیں کیا جب آپ نے کہا کہ جی یہ 42 لاکھ کا پرزہ خراب ہے اب اس میں آپ کو ایک چھوٹی سی بات دیکھا دوں۔ مثلاً 2013ء میں پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ 8 لاکھ 22 ہزار پرزہ جات کی خریداری پر آنے والا خرچہ 1 کروڑ 60 لاکھ 1 مہینے کے اندر پہلے آپ 8 لاکھ کا خرچہ کرتے ہیں پھر 16 لاکھ کے پھر تیسرے مہینے میں 74 لاکھ روپے کے لیتے ہیں۔ مثلاً ہر مہینے میں یہ جہاز جو ہے 70 سے 80 لاکھ یا 1 کروڑ تک پرزہ جات یہ تفصیل ہے یہ سال 2000ء کی تفصیل ہے 7 دفعہ اس میں پرزے خریدے گئے ہیں۔ تو یہ کوچ خریدی ہے یا جہاز خریدا ہے کوئی اب اس میں یہ ہے آپ نے executive سے کروایا Supersonic والوں سے کروایا۔ میں نے boeing والوں سے کروایا آپ نے Bombardier سے کروایا مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ S&GAD یہ ساری تفصیلات میں ایک معزز رکن ہو اس صوبے کے پیسے ہمارے لوگوں کی مال ہے آپ ایک تفصیل دیدیتے کہ یہ جناب والا ان انجینئروں کے sign ہیں۔ ان انجینئروں کی recommendations پر یہ یہ پرزے ہم نے تبدیل کرنے ہیں۔ پہلے انجینئرز کی certificates ہونی چاہئے پھر اُس کے بعد department کا proper approval ہونا چاہئے۔ تیسرا یہ ہے کہ جب اس کے لیے پیسے آپ نے authorise کئے، جس کمپنی کو گئے transaction پیسے گئے ہیں۔ مجھے وہ detail چاہئے یہ سارا اس کے درمیان میں بہت بڑا گپلا ہے یہ تقریباً سال کے 7 سے 8 کروڑ روپے جہاز کے نام پر جس طرح وہ کہتے ہیں chief pilot ہماری PAC کی کمیٹی کے meetings میں حاضر ہونے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اس صوبے میں اس طرح کے وہ کیا کہتے ہیں کالے کنویں ہیں جہاں پر روز بلوچستان کے غریب لوگوں کا پیسہ گرتا ہے ہم اس کو روکنا چاہتے ہیں۔ آپ کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔۔۔ sir جواب کون دے گا؟۔۔۔ نہیں sir اسپیکر صاحب! جواب کون دے گا؟۔۔۔ (مداخلت)۔۔۔ جناب والا! ایک رولنگ دے دیں۔

وزیر محکمہ خوراک: میں جواب دوں گا۔۔ (مداخلت)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in the House ثناء بلوچ صاحب! آپ کا سوال complete ہو گیا ہے۔
جناب ثناء اللہ بلوچ: میں مطمئن نہیں ہوں جو تفصیلات معزز ممبر مانگ رہا ہے، وہ تفصیلات اس اجلاس میں مجھے
فراہم کر دی جائے۔ انجینئر زکی رپورٹ، authorization کی رپورٹ، کمپنیوں کو جانے والے
transaction کی رپورٹ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

وزیر محکمہ خوراک: یہ fresh question لے آئیں۔ fresh question میں آپ کی انجینئر کی
رپورٹ، اور اس کی quotation اور اس کا جو ہے اور دوسری بات جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کھتیر ان صاحب! آپ اس طرح کھڑے ہو کر بات نہیں کر سکتے آپ کو اسپیکر سے پوچھنا ہوگا۔
وزیر محکمہ خوراک: جی، جی۔ میں یہ کہہ رہا ہوں، یہ جو لیئر جیٹ ہے ہوائی جہاز، یہ جو نیا خریدا گیا ہے یہ ہمارے
دور کا خریدا ہوا نہیں ہے۔۔۔ (مداخلت)۔ پتہ نہیں آپ پڑھے لکھے ہیں میں تو جاہل ہوں۔ اس کو لیئر جیٹ کہتے
ہیں۔ لیئر کہیں اس کو یا پتہ نہیں اس کو میزائل کریں وہ آپ کی مرضی ہے۔ باقی یہ ہے کہ یہ ہوائی جہاز ہے۔ ان کی
معلومات کے لئے عرض ہے۔ میں تو جاہل آدمی ہوں یہ تو پڑھے لکھے ہیں۔۔۔ (مداخلت) مختصر، آپ تو پوری تقریر
کرتے ہیں ہر چیز پر۔ کہ جی کالے کنوئیں ہیں اس میں مینڈک بھی جا رہے ہیں اور کوئے بھی بیٹھے ہیں۔ گزارش یہ
ہے کہ جہاز ہے، ایک سہولت ہے، چاروں صوبوں میں ہر چیز منسٹر کے پاس جہاز ہیں۔ اب اگر ہم نے رکھا ہے، ہم
نے ذاتی استعمال کے لیے نہیں رکھا ہے۔ ایک air ambulance رکھی ہے۔ آج آپ خود سوچیں کہ ہمارا
سابقہ ممبر تھا، سردار در محمد ناصر۔ پتہ نہیں کس طریقے سے چودہ لاکھ روپے خالی اس نے دیئے ہیں کراچی تک۔ اس کو
کو رونا ہوا تھا اس کو لے گئے ہیں۔ آپ گواہ ہیں اس چیز کے۔ تو ہم جو چیز کر رہے ہیں وہ لوگوں کی سہولت کے لیے
ہے۔ ہم تو اللہ معافی دے کہ یہ ایک ہمارے کام نہیں آئے گی کل یہ بیمار پڑیں گے۔ ان کے لئے بھی
air-ambulance کام آئے گی۔ ان کے حلقے کے لوگوں کے لیے بھی کام آئے گی۔۔۔ (مداخلت)۔ سب
مراعات حاصل کرتے ہو۔۔۔ (مداخلت)۔ شور) تقریر کرتے ہو اور سوشل میڈیا پر دیتے ہو۔۔۔ (مداخلت)
بحیثیت PAC کے چیئرمین کے آپ کونسی گاڑی استعمال نہیں کر رہے ہو۔ دفتر استعمال نہیں کر رہے ہو۔ آفس نہیں
استعمال کر رہے ہو کیا نہیں کر رہے ہو؟۔۔۔ (مداخلت)۔ شور)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: Order in the House۔ عبدالحق صاحب! اگر مختصر الفاظ میں اگر تھوڑا بتادیں۔

جناب عبدالخالق ہزارہ (وزیر محکمہ کھیل و ثقافت): مختصر الفاظ میں جناب اسپیکر میں اپنے دوستوں کو انتہائی دانشمند، معاملہ فہم سمجھتا ہوں۔ خصوصاً جو سوالات آئے ہوئے ہیں اور اٹھائے گئے ہیں یہاں پر۔ میں پھر یہ کہتا ہوں کہ جو PAC کو refer ہو چکا ہے، تو میری گزارش آپ سے ہے آپ سارے Members ہیں آپ ان کو اٹھالیں وہاں پر۔ یہ تو ہاؤس سے refer ہو گیا ہے، آپ کے پاس گئے ہوئے ہیں۔ سب کچھ ہے۔ آپ نکال لیں وہاں سے books نکالنا ہیں۔ نقص نکالنا ہیں۔ جو کرنا ہے وہ آپ نکال لیں۔ میں کہتا ہوں ایک چیز PAC میں ہے۔ ہم اپنا خواہ مخواہ اپنا ٹائم ضائع اُس میں کر رہے ہیں۔ جو آپ کہہ رہے ہیں ہم بھی وہی کہہ رہے ہیں۔ باقی مزید informations چاہئے ہم وہ آپ کو دے دیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ خالق صاحب۔ وقت کی کمی کی وجہ سے وزیر تعلیم نے گزارش کی ہے کہ وہ توجہ دلاؤ نوٹس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ سوالات پھر بعد میں ہو جائیں گے کیونکہ اُن کے حلقے میں جو ہے سیلاب آچکا ہے تو رند صاحب! آپ۔ جناب ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنا توجہ دلاؤ نوٹس پیش کریں۔ پھر سردار یار محمد صاحب اُس کا جواب دیں گے۔ اس کے بعد میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ جی ثناء صاحب پیش کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر۔ میں وزیر محکمہ تعلیم کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی جانب مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ کورونا کی وجہ سے تمام تعلیمی اداروں کو کھولنے اور جو testing services کے نتائج کے مطابق کامیاب اساتذہ کی تعیناتی، ٹریننگ اور تعلیم سے متعلق درپیش مسائل کے بارے میں محکمہ تعلیم نے اب تک کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟۔ کیونکہ اسکولوں کی بندش سے والدین اور بچوں میں شدید پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی وزیر تعلیم صاحب۔

وزیر محکمہ تعلیم: sir۔ یہ ہمارے معزز رکن نے question کیا ہے میں اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کورونا کی وباء کی صورت میں ہمیں، سب سے پہلے بلوچستان نے یہ steps لیا کہ ہم نے immediately اسکولز کو بند کر دیا۔ ہم نے وہاں پر اس لیے یہ step لیا کیونکہ یہ وباء سب سے پہلے عمر رسیدہ لوگوں کو اور 12 سال سے کم بچوں کو affect کر رہی تھی اور reports آرہی تھی تو اُن کی یہ تھی کہ سب سے پہلے جو چھوٹے بچے ہیں اُن میں پھیلتا بھی جلدی ہے اور اُن کو affect بھی کرتا ہے۔ تو اُس کے بعد یہ ثابت ہوا کہ جو ہم نے فیصلہ کیا تھا چاروں صوبوں نے اُس پر عمل کیا، مرکز نے directives دیئے کہ immediatley اس پر جتنا جلدی ہو سکے، اس پر عملدرآمد کیا جائے۔ اب جو پچھلے ایک، ڈیڑھ مہینے سے ہماری کانفرنسز ہوئی ہیں اور یہ طے ہوا ہے کہ اگلے مہینے کی 15 تاریخ تک پرائیویٹ اسکولز اور گورنمنٹ کے اسکولز یہ سارے بند رہیں گے۔ اُس کی وجہ یہ ہے

اس درمیان میں محرم آرہا ہے۔ اور جیسا کہ آپ لوگوں کو علم ہے کہ ہمارا ایک شیعہ طبقہ جو اس ملک میں بہت بڑی تعداد میں ہے وہ جب اس کو مناتے ہیں محرم کو تو روڈوں پر، راستوں پر خیرات ہوتی ہے، قرآن خوانی ہوتی ہے ان کے اجتماعات ہوتے ہیں تو یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ بھی اور بھی پھیلے گا اور اگر ہم ابھی اسکولز کھول دیں تو اللہ نہ کرے محرم کے بعد یہ وباء پھیل جائے تو ایک دفعہ اسکولز کو کھول کر بند کرنا یہ بہت بڑی exercise ہوگی جو possible نہیں ہے۔ تو اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے محرم کے 15 دن کے بعد ہم جائزہ لیں گے۔ باقی رہا سوال کہ ہم محکمہ تعلیم اس پر کیا کر رہا ہے۔ ہماری high secondary کا جو section ہے اس نے اس پریکٹری کی سربراہی میں بہت کام کیا ہے۔ ہمارے SPOs صوبوں کے اور مرکز کے ایک ہی جیسے ہیں اور مرکز نے جو SOPs بنائے ہیں انشاء اللہ ہم اس پر عمل کریں گے اور کورونا کو ہم شکست دیں گے۔ ابھی ہماری انشاء اللہ تھوڑی دن پہلے اسکولز کی administrations کھولی ہیں، اب جو administrative side ہے، اسکولز ہیں، ٹیچرز ہیں جن کی ضرورت ہے وہ آئیں تاکہ کام شروع ہو۔ اب recently میں نے اپنے گھر سے ابتداء لی ہے۔ اور ڈسٹرکٹ کچھی کے اندر تقریباً 268 یہ وہ لسٹ ہے جو نیب نے ہمیں بھیجی ہے کہ یہ fake ٹیچرز ہیں۔ جعلی دستخطوں سے۔ جعلی آرڈرز سے بھرتی کیے گئے ہیں وہ تقریباً کوئی چار سو کے قریب ہیں ہمارے ڈسٹرکٹ میں۔ تو پہلا کام میں نے یہ کیا ہے کہ ابتداء میں میں نے اپنے ڈسٹرکٹ سے کیا ہے، ایسا نہ ہو کہ کل یہ جب ہم انکوائریاں کریں تو آپ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ صرف آپ کے ڈسٹرکٹ میں یا آپ کیساتھ یا اپوزیشن کیساتھ یا کسی اور کیساتھ کوئی میری ذاتیات ہیں۔ سب سے پہلے انشاء اللہ یہ ہم آپ کو results دیں گے۔ جو fake appointments ہیں، جعلی appointments ہیں، کس طرح کی گئی ہے کیا کی گئی ہے وہ رپورٹ بھی ہم آپ کو دیں گے۔ اور اس کے علاوہ ایک اور ہے یہ departmental ہم نے انکوائری کروائی ہے۔ اس میں 44 ٹیچرز جو identify ہوئے ہیں۔ اس لسٹ کے علاوہ بھی جس میں صرف دو verify ہوئے ہیں 42 ٹیچرز جو ہیں یہ بھی fake ثابت ہو گئے ہیں۔ ڈیپارٹمنٹ نے ان کو officially identify کر دیا ہے۔ تو یہ بہت سارے انشاء اللہ ہمیں آپ تھوڑا سا ٹائم دیدیں ہم ایجوکیشن کے حوالے سے بہت سے اصلاحات لائیں گے۔ مگر بہت سارے لوگ ہمارے لئے رکاوٹیں ہیں۔ بہت ساری چیزیں ایسی ہوئی ہے جو میں ابھی آپ سے یہاں نہیں بتا سکتے اسمبلی کے اندر، قانون سے ہٹ کے بہت ساری اختیارات استعمال کیے گئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں چاہے وہ ایک simple گریڈ 16 کا ٹیچر ہو یا سیکرٹری ہو۔ اگر اس نے جو کام غلط کیا ہے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں ہم اس کو قانون کے دائرے میں بھی لائیں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کوشش کریں گے کہ اس کو ہم punish بھی کروائیں۔ تو ہم یہاں پرنسٹری کرنے

نہیں آئے ہیں۔ ہم آپ کی اور دیگر اراکین جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی خدمت کرنے آئے ہیں۔ اور ایک ایمان کیساتھ اور اس نیت کیساتھ کہ ہم نے اس ڈیپارٹمنٹ کی خدمت کرنی ہے۔ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: sir بہت شکریہ۔ میرا محترم سردار صاحب سے سوال کرنے کا بنیادی مقصد ہی یہی تھا کہ آج سے کوئی چار پانچ دن پہلے united nations نے اقوام متحدہ کی رپورٹ آئی ہے کہ Covid-19 کی وجہ سے پوری دنیا میں جو تعلیم پر اثر پڑا ہے یہ ایک generation loss ہے یعنی نسلوں کی نقصان ہیں اور پوری دنیا میں تعلیم کے حوالے سے تمام اقوام تمام ممالک تمام حکومتیں وہ خصوصی اقدامات کر رہی ہیں۔ آپ ایک ordinary circumstances میں ایک عام ماحول میں نہیں جی رہے ہیں آپ ایک بہت ہی extraordinary circumstances میں ہمارے اوپر آگئے ہیں Covid-19 کے ہم اپنے میں مخصوص کر رہے ہیں اٹھ سے نو مہینے سے بچے اگر اسکول نہیں گئے ہیں کیوں سردیاں جو تھی یہاں چھٹی تھی پھر ایک کے بعد Covid-19 تو ایک سال سے اگر جوان کے گھروں سے بچے اسکول نہیں گئے ہیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ کس قسم کا behaviour جو ہے گھروں میں معاشرے میں پیدا ہو سکتا ہے بلوچستان میں سر میرے اس توجہ دلاؤ نوٹس میں ایک بات تھی جو سردار صاحب شاید miss کر گئے یا ان کے محکمے نے ان کو اس کے بارے میں معلومات نہیں دی۔ میں نے ٹیسٹنگ سروس کے تحت اساتذہ کی تعیناتی کرنا۔ آپ کو پتہ ہوگا میں ہمیشہ تعلیم پر بات کرتا ہوں بلوچستان وہ بد بخت صوبہ ہے جس میں اٹھارہ لاکھ بچے اس وقت اسکول سے محروم ہیں یعنی یہ وہ صوبہ ہے جس میں تعلیم ہماری ترجیح ہونی چاہیے تھی میں ہمیشہ جب بات کرتا ہوں پی ایس ڈی پی پر کافی دوست ناراض ہوتے ہیں personal لیتے ہیں۔ میں جب پی ایس ڈی پی اسلئے کہ ہمارا ڈویلپمنٹ کا سارا trust ایجوکیشن ہیلتھ، water sanitation اور human resource development یہ چار ہونے چاہیے تھے باقی سارے ڈرامے ہیں۔ کیونکہ جب تک یہ صوبہ چار چیزوں میں۔ ایجوکیشن ہماری economy ہے ایجوکیشن ہماری ایگر ایکچرل ہے ایجوکیشن ہمارا revenue generation ہے۔ اچھے تعلیم یافتہ قوم آپ کو ساری دولت دے سکتا ہے۔ 9 ہزار اساتذہ پانچ سال سے تعینات نہیں ہوئے۔ ٹیسٹنگ سروس کے تحت ہمارے محمد خان لہڑی صاحب کے دور جب شروع ہوئے، وہ آج سے ایک سال پورا ہوا وہ 9 ہزار ٹیچر پانچ سالوں سے less-process میں جو ہے یہ تعینات نہیں ہوئے۔ loss کیا ہوا؟ ایک ٹیچر اگر پچاس بچوں کو پڑھاتا ہے، 9 ہزار کو پانچ سے ضرب دیں

چار لاکھ پچاس ہزار بچے ہر سال تعلیم سے محروم رہے ہیں۔ یعنی پانچ سالوں میں اس صوبے میں ہم سے یہ مجرمانہ غفلت ہوئی ہے کہ تقریباً پچیس سے چھبیس لاکھ بچے ہماری صرف ریکروٹمنٹ پالیسی نہ ہونے یا فائلوں کو delay کرنے یا روکنے یا چیزوں کو prolong کرنے کی وجہ سے بلوچستان میں پانچ سالوں سے اساتذہ اسکولوں میں جا نہیں سکتے ہیں۔ میں بالکل سردار صاحب کی اس بات کیساتھ ان کے ساتھ ہوں۔ fake teacher اور ghoast schools یہ پورے بلوچستان میں ختم ہونے چاہیے۔ اور particularly ابھی ہے ہائیر ایجوکیشن میں جس طرح سردار صاحب نے کہا۔ دونوں سیکرٹری صاحبان ہمارے بہت ہی قابل احترام بلوچستان کے مجھے ہوئے سیکرٹری صاحبان میں سے ہیں انہوں نے بڑے اچھے vision کیساتھ ایجوکیشن کیلئے کچھ plan کیا ہے۔ problem یہ ہے implementation کا۔ یہ میرے پاس 2018-2019ء اور 2020ء کی پی ایس ڈی پی کے تفصیلات ہیں ایجوکیشن کے حوالے سے جناب والا! گیارہ سے بارہ ارب روپے مختص تھی، Chief Minister Initiatives کے تحت ایک ارب روپے پھر upgradation of high to high schools تھا پھر middle to high schools تھا پھر labs کی strengthening تھی۔ جناب والا ڈھائی ارب روپے کا ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوا، پی ایس ڈی پی 2019-20ء۔ پی ایس ڈی پی اسی نوے ارب روپے جو نظر آتے ہیں ضروری نہیں ہے خرچ ہوں۔ یعنی کیا ہوا ہمارے علاقوں میں اسکول ٹینڈر ہوئے۔ میں صرف سردار صاحب کیونکہ آپ ایک اہم بلوچستان کی شخصیت بھی ہیں۔ اور اہم عہدے پر ہیں۔ دو چیزیں یہاں پر آپ کو war-footings پر کرنا ہوگا۔ دو سال میں بلوچستان میں تعلیم کی مد میں ایک روپیہ بھی خرچ نہیں ہوا۔ یہ مجرمانہ غفلت کیوں ہوئی؟۔ Chief Minister Initiatives کے تحت ایک اسکول بھی جو بھی اسکول ٹینڈرز ہوتے تھے، ہمارے علاقوں میں ہوئے ہیں، وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم وہ کھا گئے ہیں۔ شاید ٹھیکہ دار کیساتھ مل کے اراکین اسمبلی نے کھالی ہیں۔ لوگوں کو یہ پتہ نہیں۔ پہلے ٹینڈر ہوتا ہے۔ پھر فائل آتی ہے۔ جب سی ایم صاحب کے یا cabinet میں فائل جاتی ہے۔ کہتے ہیں اس میں ایک کمرہ زیادہ ہے۔ اس کی اونچائی دو فٹ نیچے کرو۔ پھر فائل واپس۔ دو سالوں سے، ڈیڑھ سال سے بلوچستان میں Chief Minister Initiatives کے تحت۔ اور اس دفعہ آپ کو سردار صاحب پتہ ہونا چاہیے۔ اس پی ایس ڈی پی میں آپ دیکھے Chief Minister Initiatives کے تحت وہ strengthening اسکول کی completely ختم کر دیا ہے اس کو۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ Covid-19 کے بعد جو پی ایس ڈی پی ہمارا 2019-20ء، اور 2020-21ء کا بن رہا ہے۔ اس میں تو بہت بڑی کانفرنسیز ہو گئی میٹنگیں ہوں گی تعلیم یافتہ لوگوں کو بلایا جائیگا کہ بلوچستان کا دردمس ہماری تکلیف کیا ہے۔ اس

generation کو اس دلدل اور اس عذاب سے نکالنے کیلئے کیا کرنا چاہیے۔ ہمیں تعلیم پر کتنا پیسہ رکھنا ہے۔ چھوڑتے ہیں باقی چیزوں کو۔ یہ مرمت، یہ سڑکیں، یہ روڈز، یہ بلڈنگ۔ ہمارے اپنے ڈسٹرکٹوں میں حلفیہ کہتا ہوں سب کچھ ختم کر دیا جاتا نا، خدا جانتا ہے کہ اس کے حق میں نہیں تھا کہ ہماری ساری priorities اس دفعہ service delivery پر ہو۔ کنسٹرکشن سینٹر کی بجائے، service delivery ہو۔ صبح ہیلتھ پر جو بات ہوئی۔ اصل میں issue جو سمجھ نہیں آتا ہے ہمارے ہاں یہاں پر ڈوپلینٹ کا۔ وہ یہ ہے کہ ہماری پی ایس ڈی پی بالکل نظر آتی ہے۔ آپ کو ہیلتھ میں تیرہ ارب روپیہ نظر آئیں گے ایجوکیشن میں چودہ ارب روپے نظر آئیں گے لیکن They are not allocated towards service یا they are not focused infrastructure یہ They are towards construction centering۔ یہ delivery development کی طرف ہے۔ بلوچستان میں وہ روزانہ کی بنیاد پر ہو رہا ہے جس کا outcome اور output نظر نہیں آ رہا ہے۔ سردار صاحب آپ visionary آدمی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو آپ نے یہ جو ابھی statement دیا ہے یہ کافی نہیں ہے۔ نہ آپ کیلئے نہ آپ کے محکمے کے حوالے سے۔ آپ کو بلوچستان کے حوالے سے post Covid scenario میں، پی ایس ڈی پی اس وقت دوبارہ کورٹ میں چلی گئی ہے۔ You have to come-up with sensible more strong۔ جس میں آپ دو سالوں میں بلوچستان میں تعلیم کے حوالے سے اگر کم پیشیاں ہوئی ہیں۔ CM Initiatives سے پیسے خرچ نہیں ہوئے ہیں۔ وہ آپ کروائیں۔ war footing میں آنے والے ایک سے دو سالوں میں لیبارٹریز کی strengthening ہے۔ math اور science کو کس طرح strengthening کیا جاسکتا ہے۔ human resource کو اس طرف کیسے link کیا جاسکتا ہے۔ پرائمری اور میڈل کو کیسے اس کو strengthening کیا جاسکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے پاس بہت ہی classic curriculam میں تو سمجھتا ہوں کہ ابھی national level debate ہے۔ گزشتہ پانچ دن سے اگر آپ نیشنل نیوز پیپر follow کر رہے ہیں انہوں نے کہا ہے national single curriculum - NSC کے نام سے عمران صاحب ایک نیا vision لارہے ہیں کہ پورے پاکستان میں curriculum جو ہے ایک ہوگا۔ کیسے ہوگا؟۔ میرے ہاں پانچ ہزار اسکولوں کے چھت نہیں ہیں۔ آٹھ ہزار بلوچستان کے اسکولوں میں چینی کا پانی، بے ادبی معاف آپ کے پاس کوئی سہولت ایسی نہیں ہے کہ واش رومز کی سہولت نہیں ہیں۔ تو کیسے ہم national single curriculum۔ وہ یہاں پر زیر بحث ہونا چاہیے تھا۔ اگر آپ Parity چاہتے ہیں تو

اس میں آپ کو بہت ہی بڑا پلان کیساتھ تو۔ سردار صاحب! بہت لمبی گفتگو ہے یہ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ post covid کے scenario میں اس پی ایس ڈی پی میں آپ دوبارہ دیکھیں۔ آپ کا ہائیر سیکنڈری side بہت strengthen ہے۔ لیکن پرائمری side پر اور particularly یہ math اور science سے related آپ کی جو ٹیسٹنگ سروسز کے تحت پچھلے حکومت نے جو کیے ہیں، وہ کام بہت slow ہے۔ آپ لوگوں نے ڈپٹی کمشنرز کو یا جو کمیٹیاں بنی تھیں، ان کو آپ نے کہہ دینا ہے کہ جی آپ ان اساتذہ کی تعیناتی دس سے پندرہ دن میں ان کو آرڈر دیدیں۔ پندرہ بیس دنوں میں ان کی ٹریننگ دے دیں جب آپ کے اسکولز کھل جائیں گے تو کم از کم یہ اسکول دوبارہ خالی نہ ہوں۔ 9 ہزار اساتذہ کی کمی بہت بڑی کمی ہے اس صوبے میں۔ تو جناب اسپیکر آپ کے توسط سے۔ اس پر ہم یقیناً ہم بعد میں ایک تحریک بھی لائیں گے ہم تفصیل کیساتھ بحث کریں گے۔ لیکن سردار صاحب آج آپ جلدی میں ہیں، بارشیں ہیں، سیلاب ہے۔ اس پر next ایک debate لے آتے ہیں۔ آپ اپنے ایجوکیشن کے vision کو تھوڑا سا اور بھی آپ نے اس کو context کو بڑا strong کرنا ہے اور اس کو بڑا broad کرنا ہے۔ یہ بہت limited اُس کے ساتھ، میرے خیال میں آپ بلوچستان کو تعلیم کے حوالے سے آگے نہیں بجا پائیں گے ہم سب۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر صرف محرک ہی بات کر سکتا ہے۔ آپ کسی اور دن سوال لے آئیں آپ کو جواب مل جائیگا۔ اس پر محرک کے علاوہ کوئی اور سوال نہیں کر سکتا ہے۔ جی سردار ررنند صاحب۔

سردار یار محمد رند (وزیر محکمہ تعلیم): sir میں پہلے اس کو answer کروں۔ یقینی طور پر آپ نے جو testing service کی بات گزشتہ پانچ سالوں سے کوئی نیا teacher appoint نہیں ہوا۔ اور پھر پورے ملک میں فیصلہ آیا کہ بجائے department کے testing companies کے through کریں۔ sir آپ کو پتہ ہے کہ صرف 12 districts کے یہ بچوں کے exam ہوئے ہیں۔ ابھی تک testing companies نے results نہیں دیئے ہیں۔ اور آپ کو پتہ ہے کہ دیکھیں testing services کے بہت اچھے results نہیں آئے ہیں۔ عوام ہمارے پاس written میں شکایتیں ٹیسٹنگ سروس سے متعلق دیئے ہیں۔ تو جب ہمارے پاس ایک written ثبوت ہو تو ہم اُس کو کیسے ignore کر سکتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ پانچ ہزار لوگوں کے interview بھی ہو گئے تھے سینکڑوں کی تعداد میں proof لے کر لوگ پہنچے تھے تو ہمیں higher authorities سے پوچھنا پڑتا تھا۔ یہ طے ہوا ہے کہ جن کے انٹرویوز ہو چکے ہیں تو انشاء اللہ بہت جلد announce کر دیں گے اور further ہم بہت جلد ایک ایسا mechanism لائیں گے چونکہ

testing services کے کوئی بہت اچھے results نہیں آئے ہیں، باقی 21 districts بچتے ہیں وہ بھی بہت جلد announce کریں گے۔ مگر میں اُس کا یہاں discuss نہیں کرنا چاہتا، کچھ میرے ساتھ ایسے مسائل ہوتے گئے کہ یہ مسائل linger on ہوتے گئے۔ اب میں آپ کو پچھلے دس سال کا answer نہیں کر سکتا میں اپنے tenure کا responsible ہوں۔ جہاں میرے کمی، کوتاہی، نالائقی ہوگی مجھے یقین ہے کہ یہ ہاؤس میرے رہنمائی کرے گا، مجھ پر criticism کرنے کی بجائے میرا رہبری کرے گا۔ دوسرا آپ نے کہا کہ confrences and expertise کے حوالے سے، یہاں ہمارے جتنے تعلیم سے منسلک لوگ ہیں انشاء اللہ ہم ان کو بلائیں گے، آپ کو بلائیں گے ایک ساتھ بٹھائیں گے، confrences کریں گے اور آنے والی کل کے لیے planning کریں گے۔ مگر میں چھوٹے دل والا ہوں آپ بڑے دل والے ہیں میں یہ risk نہیں لے سکا، تین مہینے میں کوشش کرتا رہا اس کے باوجود مجھے کورونا نہیں چھوڑا۔ تو میں ڈاکٹروں کی suggestion کے مطابق میں نے کوئی اٹھارہ دن self quarantine میں گزارا ہے۔ میں نکلا ہوں۔ انشاء اللہ آپ کو تھوڑا سا مجھے ٹائم جبکہ 72 سال آپ لوگوں نے دیئے ہیں آپ کے بزرگوں نے آپ کے لیڈروں نے آپ بھی مجھے مہربانی کر کے چھ مہینے کی مہلت دیں۔ یہیں میں کھڑا ہونگا آپ کھڑے ہونگے آپ کا ہاتھ ہوگا اور میرا گریبان ہوگا۔ اور میں جو ابده ہوں۔ میں اس اسمبلی کے اندر مگر مجھے please چھ مہینے کام کرنے دیں اگر میں کام نہیں کر سکا میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں اگر میں نے دیکھا کہ میری حکومت میرے colleagues مجھے support نہیں کر رہے ہیں تو چھ مہینے کے بعد میں خود چلا جاؤنگا۔ انشاء اللہ آپ اور بلوچستان کے عوام کی میں گلہ نہیں لوں گا یہ میرا ایک vision ہے یہ میری سوچ ہے مجھے پتہ نہیں کہ میں کہاں سے اس کو لیکے چلنا ہے مگر میرا یہ ایمان ہے کہ میں نے اصلاحات لانی ہے اس تعلیم کے شعبے میں اور میں کافی دنوں سے میں لگا ہوا ہوں تھوڑا سا مجھے ٹائم دیدیں انشاء اللہ ہاں مگر اس درمیان کوئی کوتاہی کوئی کرپشن کوئی نالائقی آپ کو نظر آئیے آپ کا حق بنتا ہے آپ اٹھ کے کھڑے ہو جائیں انشاء اللہ میں آپ کو answer کروں گا اور میں ابھی دعوت دیتا ہوں اپنے زیرے صاحب کو کہ مختصراً کریں تو آپ کا بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال سے اس میں اور گنجائش نہیں ہوگی کہ سردار صاحب، نصر اللہ خان زیرے صاحب! سوال کی طرف آتے ہیں۔ اختر حسین لاگو صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 230 دریافت فرمائیں۔ ایک بار سوالات complete ہو جائیں پھر میں آپ لوگوں کو ٹائم دوں گا بیشک آپ لوگ سوالات کریں۔ منسٹر صاحب چلے گئے۔ جی اختر حسین لاگو صاحب، میں آپ کو ٹائم دیتا ہوں صرف یہ چار پانچ سوالات رہتے ہیں، سوالات complete ہو جائے اس کے بعد۔

حاجی محمد نواز خان کا کڑ: جناب اسپیکر! گذشتہ ادوار میں ملازمت کے لئے ایک رعایتی عمر کی حد مقرر کی گئی تھی جو 43 سال تھی ان کے لئے باقاعدہ نوٹیفکیشن کی گئی وہ اس نوٹیفکیشن کی مدت اب ختم ہو چکی ہے۔ لہذا اس ہاؤس کی ذریعے سے request ہے کہ اس میں پھر سے اس مدت میں اضافہ کیا جائے تاکہ ہمارے بچے بغیر نوکریوں کے نہیں رہے۔ اب ان کے کاغذات جمع نہیں ہو رہے ہیں ان سے documents نہیں لیے جا رہے ہیں لہذا پھر جب اس کی عمر چلتی ہے جب وہ 28 سال کو پہنچتا ہے تو اس کی تعلیم ختم ہوتی ہے پھر وہ دھکے کھا کھا کے در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے جا کے پھر وہ بے روزگار رہ جاتے ہیں۔ اس کی تعلیم جو ہے ضائع ہو جاتی ہے اور اس کو کچھ نہیں ملتا لہذا اس لئے اسی دورانیے میں بھی اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی مدت میں اضافہ کیا گیا تھا ابھی آپ بھی اس کی مدت میں اضافہ کرنے کی جو ہے آپ محمد خان لہڑی کو اجازت دیدیں۔ اسد بلوچ صاحب بھی اسی دورانیے میں تھے چونکہ نواب صاحب کے دور میں دس سال اور پانچ سال کی ہوئی تھی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکر یہ حاجی محمد نواز خان صاحب۔ جی اسد بلوچ صاحب۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ سماجی بہبود): اجازت دیدیں اس پر آج سر ہمارے cabinet کا میٹنگ تھا میٹنگ میں یہ ہم نے ایجنڈا کے طور پر رکھ لیا اور اصولی طور پر ہم نے یہ فیصلہ کر دیا یہ ہو چکا ہے اور نواز صاحب کو مبارکبادی دیتے ہیں یہ ہو گیا۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اختر حسین لاگو صاحب، سوال نمبر 230۔

میر اختر حسین لاگو: question, no-230

جناب عبدالحق ہزارہ: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

26 دسمبر 2019 کو موخر شدہ

☆ 230 اختر حسین لاگو رکن اسمبلی

نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 12 اکتوبر 2019

کیا وزیر ملازمت ہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ مختلف سرکاری محکموں کے متعدد آفیسران کی جانب سے رضا کارانہ طور پر نیب کو رقم کی ادائیگی کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان میں چند آفیسران بدستور اپنی ملازمت پر براں جماع ہیں۔ اور کچھ ملازمت سے برطرف کر دیئے گئے ہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو مکمل تفصیل دی جائے۔

وزیر ملازمت ہائے عمومی نظم و نسق

متعلقہ سیکشن بلوچستان سول سیکریٹریٹ سروس کی بھی 17 اور اوپر کے ملازمین کے امور سے انجام دیتا ہے سپریم

کورٹ آف پاکستان کے ایک فیصلے کے مطابق جن آفیسران نے (25) لاکھ سے کم رضا کارانہ طور پر جمع کرائے ہیں ان کی خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوگی نیب کورضا کارانہ طور پر پیسے جمع کرانے والے آفیسران کی تفصیل ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام	گریڈ	رقم
1	محمد صدیق شیرانی	بی پی ایس/بی-20 ریٹائرڈ	444,076/=
2	رسول بخش	بی پی ایس/بی-17 سیکشن آفیسر محکمہ سی اینڈ ڈبلیو	674,667/=

بلوچستان سروس گروپ میں سے صرف ایک آفیسر (جناب احسان اللہ (گریڈ-19) نے ڈائریکٹر فٹنریز (ماہی گیری) بلوچستان کی آسامی پر کام کر کے جس پرنیپ اداروں نے کرپشن کی الزامات لگا کر آفیسر کے خلاف کیس درج کر دیا بعد ازاں متعلقہ آفیسر پٹی بارگین کر کے کچھ رقم جمع کر دیا۔ متعلقہ آفیسر سروس سے برطرف کر دیا گیا۔ پھر بلوچستان سروس ٹریبونل کے فیصلے کے روشنی میں متعلقہ آفیسر کو واپس بحال کر دیا وہ اب اپنے متعلقہ محکمے میں تعیناتی کے لئے منتظر ہے۔

میر اختر حسین لاگنو: ہم ہر question کے جواب میں ہماری جناب اسپیکر! آپ کی توجہ چاہوں گا عبدالحق بھائی بیٹھے ہوئے ہیں ہر question کے جواب میں جناب اسپیکر ہماری شکایت یہی رہتی ہے کہ جو ہمارا question محکمہ یا جان بوجھ کے اسمبلی کو گمراہ کرنے کے لئے جواب بنا کے کے بھیجتے ہیں۔ یا پھر question پڑھے بغیر وہ دو چار کاغذ لگا کے ایک مختصر دو لفظوں کا ایک جواں بنا کے وہ بھیجوا دیدیتے ہیں کہ یہاں پر کوئی ان سوالوں کو پڑھے گا نہیں اور ایسی ہی ہماری جان چھوٹ جائیگی جناب والا میرا question اگر آپ پڑھ لیں اس کے جواب میں انہوں نے مجھے دو بندوں کے نام بھیجے ہیں کہ انہوں نے voluntarily نیب کو پیسے return کئے تھے ایک کا نام ہے محمد صدیق شیرانی دوسرا ہے رسول بخش۔ جناب والا جبکہ میرے پاس یہاں پر یہ کاغذات پڑے ہیں یہ میں آپ کو بھیجوا رہا ہوں یہ ہے ڈاکٹر عتیق شیرازی صاحب انہوں نے voluntarily پیسے جمع کئے تھے پھر ان کو محکمے نے جو ہے وہ terminate بھی کیا اس کو نوکری سے بھی نکال دیا ہے۔ جبکہ یہاں پر جواب میں انہوں نے مجھے صرف ایک آفیسر کا نام دیا ہے کہ وہ آفیسر ہے جناب احسان اللہ صاحب گریڈ 19 کے۔ کہ انہوں نے یہ ڈائریکٹر فٹنریز تھے اس زمانے میں بلوچستان کے جن کا نکالا گیا تھا بعد میں سروس ٹریبونل اس کا دوبارہ reinstate کیا ہے۔ اب اس طرح کا جناب والا میرے پاس بیسیوں لوگوں کی list پڑتی ہوئی ہے جنہوں نے voluntarily پیسے return کئے تھے۔ جن میں سے ایک آدھ کو نکالا گیا تھا چونکہ یہ کیس ابھی تک سپریم کورٹ

میں subjudice ہے۔ اس لئے سروس ٹریبونل نے اُن چار پانچ آدمیوں کو دوبارہ بحال کئے ہیں کہ جب تک اس judgment detailed سپریم کورٹ سے نہیں آتا محکمہ کسی کو بھی نہیں نکال سکتا۔ اور اس کے بعد چیف سیکرٹری بلوچستان نے باقاعدہ ایک نوٹیفکیشن کیا کہ VR کرنے والوں کو یعنی voluntarily return جو نیب کا ایک قانون ہے جو اس کے تحت کوئی ریفرنس بنتا ہے نیب کا اگر وہ پیسے وہ بندہ جمع کرتا ہے تو اپنی نوکری پر دوبارہ پہلے یہ پالیسی تھی، پھر ایک کیس سپریم کورٹ میں اسٹار ہوئی کہ voluntarily return والوں کو انہوں نے کچھ کو نکالا تھا وہ واپس reinstate ہو گئے۔ اور چیف سیکرٹری بلوچستان نے یہ نوٹیفکیشن کیا کہ جب تک سپریم کورٹ سے detailed judgment نہیں آتی اس وقت اگر آپ کسی کو نوکری سے نہیں نکال سکتے۔ جناب والا یہ ڈاکٹر عتیق شیرازی، میٹھا خان صاحب چلے گئے اُن کے محکمے سے ان کا تعلق ہے 19 گریڈ کا کوئی آفیسر ہے۔ جناب والا اس کو انہوں نے ایک شوکا ز نوٹس کے تحت ان کا جواب دیا ہے ڈی جی لائیوٹاک نے اس کی جواب سے مطمئن بھی ہے اس نے اس کے favour میں بھی لکھا ہے۔ لیکن ابھی یہ سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ اس محکمے میں کس کی ذاتی حوالے سے اس بندے کے ساتھ کوئی ذاتی عناد ہے کہ چیف سیکرٹری کے نوٹیفکیشن کے باوجود، کورٹ کے فیصلوں کے باوجود، اور ایک matter جو سپریم کورٹ میں subjudice ہے ابھی تک اس کا کوئی detailed judgment نہیں آیا ہے اس کے باوجود لوگوں کو اس کو base بنا کے ملازمت سے نکالا جا رہا ہے۔ اور جناب والا اس طرح کے کیس بیسیوں آفیسرز اس وقت مختلف محکموں میں سی اینڈ ڈبلیو میں، پی ایچ ای میں، فٹریز میں لائیوٹاک میں even باقی محکموں میں بھی ابھی تک کام کر رہے ہیں جنہوں نے VR کیا تھا ان میں سے کسی کو یہاں نہیں لکھا ہے اور ان کے details بھی نہیں دیئے گئے پورے بلوچستان میں انہوں نے مجھے صرف دو آفیسرز کے نام دیئے ہیں جناب والا اگر آپ مجھے موقع دے میں اسی Floor of the House میں next session میں، میں آپ کو اس طرح کے کوئی سو سے زیادہ لوگوں کے نام دوں گا جنہوں نے VR کیا ہے۔ تو جناب والا محکمہ یہاں پر یا تو اس اسمبلی کی کوئی حیثیت نہیں ہیں یا تو یہاں کے ممبران کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ محکمہ ہمیں بچوں کی طرح ٹرخانے کی کوشش کرتا ہے۔ محکمہ یا اُن محکمے کے آفیسران کو یا پیور و کرٹس کے ذہنوں پر غلط فہمی ہے کہ یہاں پر سارے بیوقوف لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جاہل لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ہم جو دو لفظ لکھ کر ان کو بھیجوا دیئے وہ اسی پر اکتفاء کر کے خاموشی سے بیٹھ جایا کرینگے۔ تو جناب والا اس پر میری آپ سے request ہے کہ مہربانی کر کے آپ اس کا نوٹس لیں۔ آپ ڈیپارٹمنٹس کو پابند بنالیں کہ جو بھی question جائیگا اُس کج جواب جو ہے وہ اس اسمبلی فلور پر دیں۔ کیونکہ یہ قابل گرفت جرم ہے کہ اس اسمبلی فلور سے حقائق کو چھپایا جائے یا اس اسمبلی فلور پر غلط بیانی سے کام لیا جائے۔ تو

جناب والا اس question کے جواب میں بھی محکمے نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اور حقائق کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔ تو ان کے ذمہ داران کے خلاف میری request ہے کہ کارروائی کی جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔

جناب عبدالخالق ہزارہ (وزیر محکمہ کھیل و ثقافت): دیکھیں! اس میں جناب اسپیکر اگر واقعاً اس کچھ نام وغیرہ جو جس طرح اختر صاحب نے کہا اگر یہ رہ گیا تو انشاء اللہ و تعالیٰ اس پر بھی غور ہوگا ہم دینگے وہ نام بھی آپ کو detail بھی دینگے اور جن آفیسروں کے وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ نا انصافی ہوئی ہے، یقینی طور پر وہ فورم موجود ہے، وزیر اعلیٰ صاحب ہیں، cabinet موجود ہے متعلقہ ڈیپارٹمنٹ موجود ہے، جن کے ساتھ نا انصافی ہوئی ہے وہ اپنا اپیل دائر کر دیں۔ تو انشاء اللہ و تعالیٰ اس پر غور ہوگا کسی کے نا انصافی نہیں ہوگی۔ اگر اس سے پہلے ہوا ہے تو اس کا ہمیں معلوم نہیں ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ و تعالیٰ کوئی اس طرح نہیں ہوگا۔

میر اختر حسین لاگو: جناب اسپیکر! ایک بندے کا کیس میرے پاس موجود ہے میں باقی list بھی اگر آپ حکم فرمادیں میں باقی list بھی پورے بلوچستان کی آپ کو مہیا کر سکتا ہوں۔ یہ ایک جس کا اس جواب میں ذکر بھی نہیں ہے انہوں نے دو بندوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کو ان لوگوں کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے ایک ثبوت میں یہاں پر Floor of the House دے رہا ہوں۔ کہ جس نے VR کیا ہے اور اس کا نام اس list میں موجود نہیں ہے۔ میرے تفصیل آپ دیکھ لیں میں نے پوری تفصیل مانگی تھی کہ کن کن لوگوں نے کیا ہے۔ یہ اسی ایک بندے کا میں جناب اسپیکر آپ پاس بھیجوا رہا ہوں۔ یہ ایک ثبوت تو میں آپ کو ادھری ان Floor of the House میں دے رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: یہ کب ہوا ہے یہ؟

میر اختر حسین لاگو: 2014ء میں جناب والا اس نے VR کیا تھا اور 2019ء اکتوبر میں ان کو نوکری سے برخاست کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ، میرزا بدلی ریکی صاحب آپ اپنا سوال نمبر 256 دریافت فرمائیں۔

میرزا بدلی ریکی: thank you جناب اسپیکر صاحب 256-question ,

☆ 256 میرزا بدلی ریکی، رکن اسمبلی 27 فروری 2020 کو موخر شدہ

نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 24 دسمبر 2019

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا آئین پاکستان اور قانون کے مطابق غیر منتخب شخصیات جناب وزیر اعلیٰ کے پرسنل اسٹنٹ، مشیر اور صوبائی کوارڈینیٹر تعینات/مقرر کیے جاسکتے ہیں۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو اگست 2018ء تا حال مذکورہ عہدوں پر تعینات کردہ غیر منتخب شخصیات کے نام بمعہ ولدیت، عہدہ اور پارٹی وابستگی اور ان پر ماہانہ وار کے حساب سے آمدہ اخراجات اور تنخواہ کی تفصیل دی جائے نیز قانوناً ایک وزیر اور مشیر کل کتنی گاڑیاں استعمال میں لاسکتا ہے تفصیل بھی دی جائے؟

وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

(الف) سوال میں، معزز رکن صوبائی اسمبلی نے "پرسنل اسٹنٹ" کا ذکر کیا ہے جس سے ان کی مراد یقیناً "سپیشل اسٹنٹ" ہوگی۔ لہذا اس سلسلے میں پیش خدمت ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے 1973ء کے آئین اور قوانین کی رو سے غیر منتخب شخصیات کے بطور معاونین خصوصی، مشیران اور کوارڈینیٹر برائے وزیر اعلیٰ تعیناتی پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ تاہم واضح رہے کہ فی الوقت وزیر اعلیٰ بلوچستان کے تمام مشیران منتخب نمائندے ہیں۔ جبکہ معاونین خصوصی اور کوارڈینیٹر منتخب نمائندے نہیں ہیں۔

(ب) اگست، 2018ء سے تا حال تعینات کئے گئے مشیران، معاونین خصوصی کو اور آڈینیٹر کے نام، عہدے، پارٹی وابستگی اور ماہانہ تنخواہ، مراعات کی مد میں اخراجات کی تفصیل ذیل ہے:-

تفصیل مشیران وزیر اعلیٰ بلوچستان

نمبر شمار	نام و عہدہ	پارٹی وابستگی	کل رقم ماہانہ (تنخواہ و مراعات)	مدت تعیناتی
1	جناب مٹھا خان کاکڑ، مشیر وزیر اعلیٰ بلوچستان برائے لائیو اسٹاک و ڈیری ڈیولپمنٹ	بلوچستان عوامی پارٹی	630,000	جناب مٹھا خان کاکڑ 23 جنوری 2020ء تک وزیر اعلیٰ بلوچستان کے مشیر برائے لائیو اسٹاک و ڈیری ڈیولپمنٹ تعینات رہے، جس کے بعد انہیں صوبائی کابینہ میں بحیثیت وزیر شامل کیا گیا، جبکہ مشیر کا عہدہ فی الوقت خالی ہے
2	جناب ملک نعیم خان بازئی، مشیر وزیر اعلیٰ بلوچستان برائے ایکسٹرنل ریسورسز	عوامی نیشنل پارٹی	610,000	تاحال

3	جناب عبدالخالق ہزارہ، مشیر وزیر اعلیٰ بلوچستان برائے کھیل و امور نوجوانان، پارٹی ثقافت و سیاحت	ہزارہ ڈیوکرینک پارٹی	610,000	تاحال
4	جناب محمد خان لہڑی، مشیر وزیر اعلیٰ برائے محنت و افرادی قوت	بلوچستان عوامی پارٹی	610,000	جناب محمد خان لہڑی کے پاس 18 جنوری 2020 تک محکمہ ثانوی تعلیم کا قلمدان رہا، جس کے بعد انہیں محنت و افرادی قوت کا قلمدان تفویض کیا گیا
5	جناب اکبر آسکانی، مشیر وزیر اعلیٰ بلوچستان برائے ماہی گیری	بلوچستان عوامی پارٹی	610,000	تاحال

تفصیل معاونین خصوصی برائے وزیر اعلیٰ بلوچستان

نمبر شمار	نام و عہدہ	پارٹی وابستگی	کل رقم ماہانہ (تنخواہ و مراعات)	مدت تعیناتی
1	جناب نوابزادہ ارباب عمر فاروق کاسی	عوامی نیشنل پارٹی	155,000	تاحال
2	جناب آغا شکیل احمد درانی	بلوچستان عوامی پارٹی	155,000	تاحال
3	جناب کیپٹن (ریٹائرڈ) عبدالخالق	بلوچستان عوامی پارٹی	155,000	تاحال
4	جناب رامین محمد حسنی	بلوچستان عوامی پارٹی	155,000	تاحال
5	جناب حسنین ہاشمی	بلوچستان عوامی پارٹی	155,000	تاحال
6	جناب اعجاز سخرانی	بلوچستان عوامی پارٹی	155,000	تاحال

تفصیل کوآرڈینیٹر برائے وزیر اعلیٰ بلوچستان

نمبر شمار	نام و عہدہ	پارٹی وابستگی	کل رقم ماہانہ (تنخواہ و مراعات)	مدت تعیناتی

1	جناب بلال خان کا کڑ	پاکستان ورکرز پارٹی	اعزازی	تاحال
2	جناب عبدالرؤف رند	بلوچستان عوامی پارٹی	اعزازی	تاحال

وزیر اعلیٰ بلوچستان کے جملہ مشیر صاحبان کو صوبائی وزراء کا درجہ حاصل ہے جن کی تنخواہوں اور مراعات کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ صوبائی وزراء اور وزیر اعلیٰ بلوچستان کے مشیر صاحبان کو سرکاری خرچ پر کل تین (3) گاڑیاں استعمال کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔ جن میں سے ایک گاڑی کی ماہانہ ایندھن کی حد مقرر نہیں، جبکہ بقیہ دو گاڑیوں کی ماہانہ ایندھن کی مقررہ حد بالترتیب 350 لیٹر اور 250 لیٹر ماہانہ ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اگر آپ مطمئن ہیں تو دوسرے سوال کی طرف آتے ہیں۔

میرزا بدلی ریکی: نہیں میں کیسے مطمئن ہوں جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تو کر لیں نا اگر مطمئن نہیں ہیں تو پھر۔

میرزا بدلی ریکی: یہ کر رہا ہوں یہ مشیر ہے جناب اسپیکر صاحب خصوصی معاون ہے کوآرڈینیٹر ہے اسسٹنٹ ہے پتہ نہیں کیا کیا ہے جناب اسپیکر صاحب سردار صاحب یہ جو پیسے ہیں گورنمنٹ بلوچستان کے عوام کے پیسے ہیں یہ اسسٹنٹ کوآرڈینیٹر کی کیا ضرورت ہے۔ یہ مشیروں کی کیا ضرورت ہے جناب اسپیکر صاحب بلوچستان پہلے سے وہ کہہ رہے ہیں کہ بلوچستان میں فنڈ نہیں ہے بلوچستان میں کو رو نا آیا ہے تباہی مچائی ہوئی ہے وفاق کچھ بھی نہیں دے رہا ہے بلوچستان سیلاب زدہ ہے پتہ نہیں کیا کیا بہانے کر رہے ہیں مگر اس لوگوں کا یہ جو تنخواہیں ہیں میں پڑھ رہا ہوں جناب اسپیکر صاحب آپ سن لیں یہ جناب نوابزادہ ارباب عمر فاروق کاسی صاحب ایک لاکھ 55 ہزار جناب آغا شکیل صاحب جناب کپٹن ریٹائرڈ عبدالخالق صاحب جناب رامین محمد حسنی صاحب جناب حسین ہاشمی صاحب جناب اعجاز صاحب اور یہ جو کوآرڈینیٹر صاحبان دیکھیں اس لوگوں کے جناب بلال خان کا کڑ صاحب جناب عبدالرؤف رند صاحب، آپ بیٹھ جائیں آپ چھوڑیں مجھے میں بات کر رہا ہوں جب میں بیٹھ جاؤں پھر آپ میرا جواب دیدیں جناب اسپیکر صاحب آپ کہتے ہیں بات نہیں کریں بات کیوں نہیں کریں آخر اس اسمبلی میں بھیجا ہوا ہے اسی حوالے سے بھیجا ہے کہ بیٹھ کے بات کریں اس لوگوں کو ذہن نشین کریں یہ منسٹر یہ وزیر اعلیٰ صاحب آج تو نہیں بیٹھے ہیں پتہ نہیں یہ کیا وجہ ہے اس بلوچستان کے ساتھ کیوں اس طرح ظلم ہو رہا ہے اس عوام کے ساتھ اس مظلوم عوام کے ساتھ ابھی جناب اسپیکر صاحب پہلے سردار صاحب یہاں سے چلے گئے آپ نے مجھے موقع نہیں دیا سردار یار محمد رند صاحب نے آپ کے ہی افس میں مجھے خوش خبری دیا کہ میں نے واشک کے لئے ایک کالج منظور کرایا ہے سردار

صاحب جلدی میں تھا سردار یار محمد رند صاحب چلے گئے میں اس کا بہت مشکور ہوں، ممنوں ہوں کہ ایسا فرد ایسا ایماندار منسٹر نہ کبھی آیا ہے نہ کبھی آئیگا اس نے جو باتیں جو باتیں میں نے اسکو کہا تھا الحمد للہ وہ ابھی انشاء اللہ پورا بھی کریں گے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ریکی صاحب دیش کھڑا ہو گیا۔

حاجی زاہد علی ریکی: دیش تو دیش ہے۔ دیش کو میں نے آج کہا کہ دیش آپ ایسے باتیں کریں یہ آپ کا دل کا خدا نخواستہ آپ کا volve بند نہیں ہو جائے ہمیں نقصان ہوگا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تھوڑا مختصر کریں ریکی صاحب۔

حاجی زاہد علی ریکی: جی ہاں۔ جناب اسپیکر صاحب! بلوچستان میں حالیہ بارشیں بہت ہوئی ہیں۔ نقصانات زمینوں کا زیادہ ہوا ہے جناب اسپیکر صاحب بات بہت ہو گئی۔ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دے دیا، مغرب کی آذان کے بعد آپ مجھے بھی ٹائم دے دیں۔ شکر یہ۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: اسپیکر صاحب! میں جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اختر حسین صاحب۔

میر اختر حسین لاگلو: میرا ضمنی سوال ہے اُس کے بعد آپ جواب دے دیں۔ جناب اسپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر اس میں آپ تنخواہوں کا جواب دیکھ لیں اس میں باقی جو مشیر صاحبان ہیں، ملک نعیم صاحب ہیں، عبدالخالق ہزارہ صاحب، محمد خان لہڑی، میر اکبر آکانی ہیں۔ اُن سب کی تنخواہیں دیکھ لیں چھ لاکھ دس ہزار ہیں، یہ مٹھا خان صاحب پر کوئی خصوصی مہربانی ہے کہ اُس کو چھ لاکھ تیس ہزار تنخواہ دی جا رہی ہے۔ یہ کیا ہے آپ زرا اس کو دیکھ لیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی یونس زہری صاحب۔

میر یونس عزیز زہری: اس میں لکھا ہوا ہے کہ یہ لوگ ابھی تک تاحال موجود ہیں، تو کورٹ کا فیصلہ چھ ماہ پہلے آچکا ہے کہ یہ سب فارغ ہیں۔ لیکن یہ ابھی جو یہاں table ہوا ہے اُس میں یہ ہے کہ تاحال ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زہری صاحب! یہ سوال اسمبلی کو بہت پہلے موصول ہوا ہے چونکہ پھر کورٹ نے جو اس پر ایک فیصلہ دے دیا تھا یہ اُس کے بعد کا جواب نہیں ہے یہ اُس سے پہلے کا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: 27 فروری کو یہ ہوا تھا پھر مؤخر ہوا تھا۔

میر یونس عزیز زہری: لیکن یہاں table ابھی ہوا ہے۔ جناب اسپیکر! اس میں کورٹ نے فیصلہ یہ دیا تھا ان سے مراعات اور ان سے تنخواہوں کی مد میں یا دوسرے مراعات دیئے یہ واپس لی جائیں۔، تو آیا وزیر صاحب ہمیں یہ

بتائیں گے کہ ان سے یہ مراعات واپس لی گئی ہیں کہ نہیں؟۔ کیونکہ تین گاڑیوں کا لکھا ہوا ہے کہ ان کو تین گاڑیاں دے دیے ایک لاکھ پچپن ہزار روپے دے دیئے آفس دے دئے۔ میں سلام پیش کرتا ہوں بلال کا کڑ صاحب کو کہ انہوں نے Voluntarily کام کیا ہے اُس نے کوئی پیسہ نہیں لیا ہے اُسکو بھی میں سلام پیش کرتا ہوں کہ ایسے بندے ہونے چاہئے۔ ورنہ یہ تنخواہ دار طبقے۔ اور مجھے یہ بتایا جائے کہ یہ جو بندے غیر قانونی طریقے سے جو رکھے گئے ہیں ان میں سے مجھے ایک یہ بتایا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی بندہ کسی فیلڈ سے تعلق رکھتا ہے، جن میں ارباب عمر فاروق کا سی صاحب، کہ اس کا تعلق کس شعبہ سے ہے اور اس کو کس مد میں رکھا گیا ہے کیوں رکھا گیا ہے؟۔ تشکیل درانی صاحب یہ کرپشن میں ماہر ہے بالکل اسکو رکھا گیا ہے میں مانتا ہوں اسکا۔ کیپٹن عبدالخالق صاحب اُسکو بھی سلام پیش کرتے ہیں اُن کی بھی ماہرانہ انداز ہیں۔ راین محمد حسنی صاحب مجھے نہیں پتہ اُس کو کیوں رکھا گیا اُس سے کیا کام لیا گیا۔ اسی طرح حسنین ہاشمی صاحب اُسکے والد صاحب پہلے رہ چکے ہیں اور اُس کی خدمات بھی بلوچستان کو دیا گیا۔ اور اعجاز سنجرائی صاحب۔ تو یہ چیزیں یہ ایک لاکھ پچپن ہزار روپے یہ تین گاڑیاں اور مزید مراعات اور دوسری چیزیں، یہ بلوچستان گورنمنٹ پر کیوں یہ انہوں نے بوجھ ڈال دیا؟۔ یہ ہمیں بتایا جائے یہ ان سے واپس لے رہے ہیں یا ان سے واپس لیا گیا ہے اور ان کو ایک سال یا ڈیڑھ سال رکھا گیا تھا ان سے یہ مراعات انہوں نے واپس لے لیئے یہ تنخواہوں کی مد میں یا دوسرے اخراجات تھے یہ ان سے کورٹ کے فیصلے کے مطابق واپس خزانے میں جمع کیا گیا یا نہیں کیا گیا؟۔ میں بلال صاحب کو دوبارہ سلام پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی عبدالخالق صاحب،

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: جناب اسپیکر یہ اسپیشل اسسٹنٹ cabinet سے پاس ہوا تھا۔ اور پھر اس معزز ہاؤس سے بھی پاس ہوا تھا، لیکن بعد میں یہ چونکہ عدالت میں، عدالت نے ان کو reject کیا ان کو ختم کیا۔ اور اُس دن کے بعد نہ ہمارے معززین جو ہمارے اسپیشل اسسٹنٹس تھے۔ انہوں نے کوئی مراعات نہیں لی، گاڑیاں بھی واپس بھی کر دی۔ کچھ گاڑیاں اگر باقی ہیں واپس نہیں ہوئی ہیں تو ڈی سی صاحبان کو لیٹر جا چکا ہے کہ بھئی ڈی سی صاحبان اُن سے recover کر دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ صاحبان ایم پی اے صاحبان ہیں آپ کی تنخواہیں بھی پانچ لاکھ سے اوپر ہیں کم نہیں ہیں۔ لیکن وہ چونکہ ٹیکس ایک لاکھ کے قریب کٹ جاتے ہیں۔ اُس میں چار لاکھ کے قریب آپ کا بچ جاتا ہے۔ ہمارے چھ لاکھ دس ہزار نہیں مل رہے ہیں۔ تنخواہوں پر آپ مطمئن رہیں وہ ٹیکس کاٹ کے ہمیں چار لاکھ چراسی ہزار کچھ ملتی ہیں۔ مٹھا خان کی ذمہ داری زیادہ ہے، ان کا آنا جانا ہے، ثواب سے یہ آتے جاتے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی order in the House۔ جی مٹھا خان کا کڑ۔

جناب مٹھا خان کا کڑ (مشیر برائے محکمہ جنگلات و جنگلی حیات): یہ تنخواہ ٹیکس کاٹ کر چار لاکھ ستر ہزار بن جاتا ہے اس میں بھی 20 ہزار کم ہوتے ہیں تو آپ stage میں بھی ہم سے کم ہیں ہم اُوپر ہیں آپ سے۔ ہم وزیر ہیں اور آپ ایم پی اے ہیں۔ ہمارے خرچے زیادہ ہیں۔ آپ سے کیا مانگیں گے آپ اپوزیشن میں ہیں۔ اپوزیشن میں ہیں آپ سے تو کوئی پیسے نہیں مانگتے ہیں کوئی اسٹوڈنٹس آتے ہیں کوئی بیمار آتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اس پر بہت ہو گیا ہے۔ جی عبدالخالق صاحب۔

وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: جناب اسپیکر! میرا بات ادھورا رہ گیا ہے۔ جناب اسپیکر! اٹھارویں ترمیم کے بعد فیصلہ یہ ہوا تھا کہ وزیر اعلیٰ کے ساتھ 15 وزراء ہوں گے اور 6 مشیر ہوں گے۔ اور یہ مشیر اور دوسرا جو non-elected مشیر ان میں بہت فرق ہے۔ اور ہمیں جو مطلب مراعات دی جا رہی ہیں مشیروں کو مراعات دی جا رہی ہیں elected مشیروں کو وہ جو مطلب منسٹر کے status کے مطابق دی جا رہی ہیں۔ وہ میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے بھی یہ رہی ہے پچھلے ادوار میں بھی اسپیشل اسٹنٹ رہے ہیں، اسلیئے ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

میر اختر حسین لاگو: پانچ مشیر ہیں۔ چار مشیر کی تنخواہ equal ہیں ایک مشیر کی تنخواہ زیادہ ہے اُس پر اعتراض ہے۔ اُس پر اعتراض نہیں ہے اُسکو ممبر سے زیادہ ویسے ہی ملنا چاہئے اُس کو۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 200 دریافت فرمائیں۔

☆ 200 ثناء بلوچ، رکن اسمبلی۔ نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 25 جولائی 2019۔

کیا وزیر معدنیات ازراہ کرم مطلع فرما رہے ہیں گے۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ریکوڈک پراجیکٹ اور کان کنی سے متعلق کمپنیوں کے ساتھ حکومت کی جانب سے اب تک کئی معاہدے طے پا چکے ہیں۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو ان طے کردہ معاہدوں کی نقول اور دیگر تفصیلات فراہم کی جائیں۔

وزیر معدنیات

جناب ثناء اللہ بلوچ: جناب والا یہ وہی آپ والی بات ہے یہ ہم نے کوئی ڈیڑھ دو سال پہلے جمع کروائے تھے پھر defer ہوتے گئے منسٹر صاحب نہیں تھے، جواب جو دیا گیا ہے کہ، یہ میرا ریکوڈک سے متعلق تھا کہ ریکوڈک کو جو معاہدہ ہوا ہے اُسکی تفصیلات کیا ہیں۔ تو انھوں نے کہا ہے آج دن تک ہمارا کوئی معاہدہ نہیں ہے۔ میرے خیال میں میں جواب سے مطمئن ہوں، عالمی عدالت میں مسئلہ چل رہا ہے۔ تو میں صرف یہ confirmation لینا چاہ رہا تھا

کہ تاریخ میں یہ رہے کہ حکومت بلوچستان کا اس وقت کوئی معاہدہ ریکوڈ ایک کے حوالے سے کسی کے ساتھ نہیں۔
وزیر محکمہ کھیل و ثقافت: نہیں کسی قسم کا نہیں ہے وہ cancel ہو چکا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: ٹھیک ہے، thank you.

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 201 دریافت فرمائیں۔

☆ 201 ثناء بلوچ، رکن اسمبلی۔ نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 25 جولائی 2019

کیا وزیر معدنیات ازراہ کرم مطلع فرماہیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 1993 میں حکومت اور بی ایچ پی کمپنی کے مابین HEJVA کے نام سے ایک معاہدہ طے پایا تھا

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ معاہدہ کی نقل و دیگر تفصیل فراہم کی جائے نیز اس سے متعلق بعد میں طے پانے والے معاہدات کے نقول اور دیگر تفصیلات بھی فراہم کیا جائے۔

وزیر معدنیات

جناب ثناء اللہ بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر اس میں بھی منسٹر صاحب نے یہی کہا ہے کہ BHP کمپنی کے اتھ جو ایک چولہہ Chaghi Hill Joint Venture agreement ایک sign ہوا تھا اُس کے حوالے سے ہے، تو میرے خیال میں جناب والا اس میں بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔ جواب مجھے انہوں نے بعد میں دیئے ہیں۔ تو جناب والا! میں مطمئن ہوں۔ Thank you۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: چلیں ٹھیک ہے۔ جی تشکیل نوید صاحبہ آپ اپنا سوال نمبر 202 دریافت فرمائیں۔

☆ 202 محترمہ تشکیل نوید، رکن اسمبلی۔ نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 7 اگست 2019

کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ کرم مطلع فرماہیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ میں ڈویژن کی سطح پر سماجی بہبود کے ذیلی دفاتر کا قیام اس لیے عمل میں لایا جاتا ہے کہ معذور، مجبور اور بیمار بزرگ مرد و خواتین کی امداد/مدد کی جائے اور کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع مستونگ میں مذکورہ محکمہ کا ذیلی دفتر ایک اونچے مقام پر قائم کیا گیا ہے جسکے باعث بزرگ سالکین کا وہاں تک پہنچنا انتہائی مشکل اور ناممکن ہو گیا ہے نیز کیا یہ بھی درست ہے کہ قائم کردہ دفتر کے عمارت کی حالت انتہائی منحوش ہے اور اسکے مہندم ہونے کا اندیشہ بھی ہے۔

(ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ ضلع کے بزرگ سالکین کی مجبوری کو مد نظر رکھتے

ہوئے مذکورہ دفتر کسی ہموار جگہ پر منتقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تاکہ سائلین کا وہاں تک جانا / پہنچنا ممکن ہو نیز کیا حکومت اس ناقص تعمیر پر ذمہ داران کے خلاف کارروائی عمل میں لانے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل بھی دی جائے۔
وزیر محکمہ سماجی بہبود:

جواب موصول نہیں ہوا۔

میر اسد بلوچ (وزیر محکمہ سماجی امور): ویسے جواب تو ہمارے محکمہ نے نہیں دیا ہے لیکن یہ کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے میں تو محترمہ کو تہہ دل سے شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی بہتری کی خاطر یہ سوال کیا، اور یہ سوال بھی ملے تھے جہاں کہیں وہ بتا رہی ہیں کہ مستونگ میں اتنی اونچائی پر ہمارا دفتر ہے اور ہمارے ڈیپارٹمنٹ میں زیادہ تر معصوم و معذور افراد آتے ہیں وہ وہاں جا نہیں سکتے اس اونچائی پر۔ تو انشاء اللہ میں DG کو کہوں گا کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ حل ہو اور ساتھ ہی ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہموار زمین پر کوئی کرایہ پر لے لیں تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ میں ان کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں اور ان کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس حوالے سے ہماری مدد کی اور ہمارا کام یہی ہے کہ جو سوالات ہوتے ہیں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان کا جواب صحیح ادا کریں۔

محترمہ شکیلہ نوید قاضی: sir تقریباً میں نے یہ سوال 7 اگست 2019 کو میں نے submit کیا تھا اور آپ کی بات کی طرح This is not a rocket science. You just put some else and give the details to the department. میرا خیال ہے کہ یہ جو مستونگ کا عملہ ہے میرے خیال میں اُس نے یہ جوابات آپ کے ڈیپارٹمنٹ کو بھجوا دیئے ہیں، kindly اس کو pursue کر دیں۔ جناب میرے سوال کو یہاں raise کرنے کا مقصد یہی ہے کہ Quetta to Mastung total distance is 45 KM or one hour not anymore. تو سر اگر میری جگہ آپ خود وہاں پر جا کر visit کریں، دیکھ لیں یہ جو آفس ہے social welfare وہاں ایسے لوگ آتے جو معذور ہوتے ہیں تو وہاں ان کا access، دیکھنا چاہیے لیکن جو مستونگ کا سوشل ویلفیئر آفس ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے وہاں پر ہمیں جانے میں اتنی دقت ہے تو کوئی معذور ہے جو far flung area سے ہو کر آتے ہیں تو ان کے لیے وہاں جانا مشکل ہے اور جو اس کی حالت کے حوالے سے میں نے بات کی ہے تو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور میں اُس عملے کو بھی سلام پیش کرتی ہوں کہ وہ اس طرح کی building میں بیٹھے ہیں۔

(خاموشی۔ اذان مغرب)

محترمہ شکیلہ نوید قاضی: جو building وہاں کی ہے تو وہ building گرنے کے قریب ہے۔ منسٹر

صاحب سے یہ گزارش ہے کہ at least آپ ایک visit کریں۔ تو اگر اُسکی construction میں last tenure میں کوئی بھی پیسہ یعنی خرچ ہوا ہے اُسکی باقاعدہ تحقیقات ہونی چاہئے۔ کیونکہ any time یہ بلڈنگ collapse ہو سکتے ہیں۔ تو kindly آپ دیکھ لیں کہ یہ جوابات ہمیں secretariat کی جانب سے کیوں نہیں موصول ہوتے۔ تو میرے خیال میں یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے سیکرٹری سوشل ویلفیئر نے اب تک یہ جوابات نہیں دیئے۔ لیکن ان کو districts سے یہ جوابات یقیناً موصول ہوئے ہیں۔ thank you۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ تو یہ جو آپ کا سوال ہے میڈم! اس کو disposed of کر دیں یا کہ next session کے لیے defer کر لیں۔

محترمہ شکیلہ نوید قاضی: sir اس میں جو منسٹر صاحب یہاں پر ہیں اور اگر وہ باقاعدہ اس کا visit کا کہہ رہے ہیں کہ رکھنا وہ چاہ رہے ہیں۔ تو جس طرح منسٹر صاحب نے commitment کی ہے کہ آیا کہ وہ اس میں construction and changes کے حوالے سے کر سکتے ہیں تو یہ up to minister sahib۔

وزیر محکمہ سماجی امور: جناب اسپیکر صاحب! اس پر میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے اس سوال و جواب میں۔ یہ الگ چیز ہے، یہ سوشل ویلفیئر کا جو آفس ہے اُس کی حالت خراب ہے، ہم بھی چاہتے ہیں کہ اسکو صحیح کریں۔ ہم نے شکریہ بھی اُنکا ادا کیا ہے۔ پہلے تو وہ ایک تو اونچائی پر ہے اُس کو صحیح کرنے کا فائدہ نہیں۔ کیونکہ وہ جس مقصد کے لیے بنایا گیا تھا، معذور لوگ وہاں جا نہیں سکتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کرائے پر محکمہ ہموار زمین پر کوئی جگہ لے لیں۔ کوئی private building تاکہ لوگوں کو تکلیف نہیں ہو۔ تو میرے خیال میں اس کا جواب میں اور کیا دوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ٹھیک ہے منسٹر صاحب نے یقین دہانی کروا دی ہے اس حوالے سے۔ اس سوال کو disposed of کر دیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی شکیلہ نوید صاحبہ آپ اپنا سوال نمبر 203 دریافت فرمائیں۔

☆ 203 محترمہ شکیلہ نوید، رکن اسمبلی۔ نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 7 اگست 2019

کیا وزیر سماجی بہبود ازراہ کرم مطلع فرماہیں گے کہ کیا یہ درست ہے کہ ضلع مستونگ کی موجودہ ایتر صورت حال اور آبادی میں اضافہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت خصوصی امدادی منصوبوں میں مذکورہ ضلع کا کوٹہ بڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل دی جائے نیز اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ بتلائی جائے۔

وزیر سماجی بہبود

جواب موصول نہیں ہوا۔

وزیر محکمہ سماجی امور: جناب اسپیکر صاحب! اس سوال میں کچھ پیچیدگیاں ہیں اگر اس کو محترمہ تصحیح کر کے محترمہ اگلے سیشن میں لے آئیں تو مہربانی ہوگی۔ وہ کچھ چیز ایسے مانگ رہی ہیں اگر آپ اس سوال کو دیکھ لیں کہ کیا یہ درست ہے کہ ضلع مستونگ کی موجودہ ایتر صورتحال اور آبادی میں اضافہ کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت خصوصی امدادی منصوبوں میں مذکورہ ضلع کا کوٹہ بڑھانے کا ارادہ رکھتی ہے تفصیل دی جائے نیز اگر جواب نفی میں ہے تو وجہ بتلائی جائے۔ یہ واضح نہیں ہے اپنی صحت کے لحاظ سے اس میں کچھ تشنگی ہے۔ میں اپنی محترمہ بہن سے یہ چاہتا ہوں کہ اگر اس میں مزید اگر اس کو واضح کریں تو مہربانی ہوگی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ٹھیک ہے اس کو اگلے سیشن کے لیے defer کیا جاتا ہے۔ تو آپ اسکو dispose-of کرنا چاہتی ہیں یا اس پر نیا سوال لانا چاہتی ہیں۔

محترمہ شکیلہ نوید قاضی: جناب اسپیکر صاحب اس پر میں نیا سوال لانا چاہوں گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ٹھیک ہے اس کو disposed of کیا جاتا ہے۔

جی ثناء بلوچ صاحب آپ اپنا سوال نمبر 207 دریافت فرمائیں۔

☆ 207 ثناء بلوچ، رکن اسمبلی نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 13 ستمبر 2019

کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ سال 2018.19 کے دوران وزیر اعلیٰ کے خصوصی فنڈز سے کن کن صوبائی وزراء کی سفارشات پر سٹرکوں اور ریسٹ ہاؤسز کی مرمت اور بحالی پر کل کس قدر رقم خرچ کی گئی ضلعوار تفصیل دی جائے نیز ان کاموں کا ٹھیکہ جن جن ٹھیکداروں کو دیا گیا ان کے نام بمعہ ولدیت کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر خزانہجواب موصول نہیں ہوا۔

جناب دیش کمار: جناب اسپیکر چونکہ وزیر خزانہ صاحب یہاں پر نہیں ہیں مجھے فنانس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے بتایا گیا ہے کہ یہ جو سوال ہے اس کو تعلق لوکل گورنمنٹ اور C&W سے ہے، میں معزز رکن سے request کروں گا کہ اگر یہ نیٹ پوٹ کریں تو آپ کو ٹھیکیداروں کی بھی تفصیلات اور جہاں جہاں کام ہوا ہے جن جن ریسٹ ہاؤسز پر کام ہوئے ہیں اور جو رقم خرچ ہوئی ہے۔ انکی بھی تفصیل بھی آپ کو مل جائے گی۔ اور سول ورکس کے حوالے سے تو اس حوالے سے اگر تھوڑی سی ترمیم کر دی جائے تو آپ کو تمام مل جائیں گے۔ اور یہ ہے کہ آپ نے ٹھیکیداروں کا نام کہا ہے آپ لکھ دیں فرمز کے نام۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مسٹر دنیش رولز کے مطابق اگر ایک سوال جو ہے وہ کسی دوسرے محکمہ کو چلا جائے تو انہیں خود پھر آگے بھجوادینا چاہئے۔

جناب دنیش کمار: جی ہاں جی یہ انہوں نے کہا ہے کہ ہ نے ویسے بھی جو فنانس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں انہوں نے اپنے طور پر وہاں بھیجا ہوا ہے۔ اگر آپ defer کر دیں اگلے سیشن تک اس ترمیم کے ساتھ میری request ہے۔ کہ سی اینڈ ڈبلیو اور بی اینڈ آر کی اُسکے ساتھ اگر وہ آپ کر دیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ثناء صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر دیکھیں جو papers میرے سامنے پڑے ہوئے ہیں ان میں لکھا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا ہے اور میرے محترم دوست دنیش صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ سوال وزارت خزانہ سے کیا۔ میں نے جان بوجھ کر یہ سوال خزانہ سے کیا ہے آپ اگر صحیح طریقے سے میرے سوال کو پڑھیں۔ جب ہم سوال کرے ہیں تو اُس کے پیچھے ایک context ہوتا ہے۔ کہ 2018-19 کے دوران وزیر اعلیٰ صاحب کا ایک اسپیشل فنڈ ہے اور اس کے علاوہ دو accounts ہیں ایک buildings and roads کا ہے جو فنانس ڈیپارٹمنٹ manage کرتا ہے when you are Finance Minister or Chief Minister آپ اُس اکاؤنٹ سے اپنی صوابدید کی بنیاد پر جس علاقے میں، جس ڈسٹرکٹ میں سڑکیں ہیں۔ ویسے تو یہ یکساں تقسیم ہونا چاہیے تھا لیکن نہیں ہوا۔ تو لہذا میں نے کہا ہے وزیر اعلیٰ کے خصوصی فنڈز سے فنانس کے پاس excel sheet کے اوپر ایک page میں ساری تفصیلات ہیں ایک click کریں print نکل آئے گا۔ تو میرے سوال کا جواب اُن کے پاس پڑا ہوا ہے۔ کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے اس میں۔ اسپیکر صاحب اسمیں یہ ہے کہ آپ فنانس سے چیف منسٹر فنڈ کے تحت جو 2018-19 میں خصوصی فنڈز سے دیئے گئے ہیں اُن کی تفصیلات دے دیں، کیونکہ پیسے فنانس جاری کرتا ہے C&W کو، لیکن پھر بھی اُس میں district code ہوتا ہے۔ اُس میں ساری چیزیں ہوتی ہیں۔ تو یہ کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے۔ پہلا part جو ہے اس سوال کا وہ آپ سے related تھا۔

جناب دنیش کمار: جی ہاں بالکل میں آپ کی بات سے متفق ہوں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: تو میرے خیال میں آپ نے لکھا ہے جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ آپ میرے بات دنیش بھائی لکھ لیں میں نے آپ کو کہا کہ جو فنانس کی ذمہ داری ہے وہ پوری کریں آپ کے جو 2018-19 کے expenditure ہیں۔

جناب دنیش کمار: ثناء بھائی بالکل آپ کی بات صحیح ہے۔ مطلب یہ finance سے بھی ہے اور C&W سے

بھی ہے اور لوکل گورنمنٹ سے بھی ہے۔ تین ڈیپارٹمنٹس سے ہے۔ آپ کا ایک جو جزو بنتا ہے وہ فنانس ڈیپارٹمنٹ سے ہے اور میں مانتا ہوں کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ وہ ایک جزو فنانس آپ کو دے گا۔ اگر آپ کو ٹھیکیدار کے نام ضلع وار تفصیل چاہیے اور کن کن ریسیٹ ہاؤسز میں کتنا کام ہوا ہے کتنا سول ورکس ہوا ہے تو وہ بھی ہم آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں۔ اس میں آپ کے حکم پر ہم amendment کر کے وہ تمام ہم آپ کو اگلے اجلاس میں فراہم کر دیں گے۔ thank you.

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 287 دریافت فرمائیں۔

☆ 287 نصر اللہ زیرے، رکن اسمبلی نوٹس موصول ہونے کی تاریخ۔ 4 مارچ 2020

کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ خزانہ کا ذیلی ادارہ لوکل آڈٹ فنڈ گزشتہ دس سالوں سے غیر فعال ہے جبکہ دیگر صوبوں میں مذکورہ ذیلی ادارہ فعال ہے اور احتسابی عمل میں ایک موثر کردار بھی ادا کر رہا ہے۔ (ب) اگر جزو الف کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ ذیلی ادارہ کن وجوہات کی بنا پر بحال نہیں ہے نیز مذکورہ احتسابی ادارہ کی بحالی کے حوالے سے حکومت کی جانب سے اٹھائے جانے والے اقدامات کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر خزانہ

(الف) جی ہاں محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کو آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے اپنے حکم نامہ مورخہ 02 مارچ 2009 کے تحت اپنے تفویض شدہ اختیارات کے تحت آڈٹ فنکشن کرنے سے روک دیا تھا۔ باقی صوبوں سے رابطہ کر کے معلومات لی جائیگی کہ وہاں لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کس حیثیت میں کام کر رہا ہے تاہم پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ اور سندھ لوکل گورنمنٹ ایکٹ کے تحت لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کو لوکل کونسلرز کے Pre-Audit کے اختیارات حاصل ہیں۔

(ب) محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کا قیام 1972 میں لایا گیا تھا اور انہیں اختیارات تفویض کئے گئے تھے کہ یہ بلدیاتی اداروں اور دیگر خود مختار اداروں جو حکومت بلوچستان سے گرانٹ لیتے ہیں ان کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال آڈٹ کریں تاہم آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے اعلامیہ کے ذریعے 02 مارچ 2009 کو لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کو کام کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ محکمہ خزانہ کے ماتحت دفاتر کو پری آڈٹ فنکشن کی حوالگی میں مانع امور و رولز کی معلومات سے متعلقہ آڈیٹر جنرل، اکاؤنٹینٹ جنرل اور کنٹرولر جنرل آف اکاؤنٹس کو مراسلہ جات ارسال کیے گئے ہیں۔ جنکا جواب موصول ہونا باقی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب میرا سوال تھا کہ محکمہ خزانہ کا ذیلی ادارہ لوکل آڈٹ فنڈ کے حوالے سے اور جو جواب دیا گیا ہے وزیر صاحب کی طرف سے اُس سے میں مطمئن نہیں ہوں۔ اور کیونکہ آج فنڈ انسٹر یہاں موجود نہیں ہیں۔ تو اگر اس کو جو جب دوبارہ انسٹر صاحب آجائیں اور کچھ ضمنی سوالات بھی میرے ذہن میں آرہے ہیں وہ بھی میں اُن سے کروں گا۔ اگر next session کے لیے defer کر دیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ مطلب آپ نے کہا ہے کہ اس ادارے کو ہم نے ختم کیا۔ یعنی اس کے کام کو ہم نے روک دیا ہے 02 مارچ 2009ء کو۔ تو اس حوالے سے کیوں روکا گیا کیا پر اہم تھی؟۔ یہ آپ مجھے مطمئن کر دیں یا انسٹر صاحب آجائیں وہ مجھے مطمئن کر دیں۔

جناب دینش کمار: نوٹیفیکیشن کے مطابق جو انہوں نے ہمارے پاس اختیارات تھے وہ ہمارے سلب کر لئے۔ جس کی وجہ سے ہم نے یہ کام روک دیا ہے۔ اور ہم نے surety ابھی دی ہے کہ اس حوالے سے سندھ گورنمنٹ اور پنجاب گورنمنٹ کے ساتھ contact میں ہیں۔ اس حوالے سے ہم ایک Act لے آئیں گے اس اسمبلی میں اور وہ ہم اپنے اختیارات واپس لیں گے اور اپنا Audit شروع کر دیں گے یہ simple سی بات ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: دیکھیں نہیں نہیں، جناب اسپیکر صاحب ایسا ہے کہ انہوں نے خود کہا ہے کہ محکمہ لوکل فنڈ آڈٹ کا ڈیپارٹمنٹ کا قیام 1972ء میں عمل میں لایا گیا تھا اور اختیارات تفویض کیئے گئے تھے۔ کہ بلدیاتی اداروں اور دیگر خود مختار اداروں جو حکومت بلوچستان سے گرانٹ لیتے ہیں ان کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال آڈٹ کریں تاہم آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے اعلامیہ کے ذریعے 02 مارچ 2009 کو لوکل فنڈ آڈٹ ڈیپارٹمنٹ کو کام کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ کیوں روک دیا گیا؟۔ یہ ہمیں بتایا جائے اس کی کہ کیا اُن کے پاس اختیارات ہیں؟۔

جناب دینش کمار: جی بالکل آپ یہ question put up کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں نہیں question میرا put up ہے۔

جناب دینش کمار: جی اچھا یہ میں اسپیکر صاحب وہ جو آرڈر ہے وہ آرڈر میں اُن کو دوں گا کہ کس Act کے تحت کس طرح انہوں نے ہمارے وہ اختیارات سلب کیئے ہیں اُس آرڈر کی کاپی ہمارے پاس پڑی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دینش صاحب! اس سوال سے یہ آپ سے مطمئن نہیں ہیں اگلی دفعہ آپ یا تو تیاری کر کے آجائیں یا پھر انسٹر صاحب کو کہہ دیں کہ وہ یہاں آئیں۔ سوال کو defer کیا جاتا ہے۔

جناب عبدالواحد صدیقی صاحب! چونکہ یہاں نہیں ہیں تو اُن کے سوال کو desposed of کیا جاتا ہے۔ جواب

آگیا ہے اُس کا۔ اب پندرہ منٹ کے لیے نماز مغرب کا وقفہ دیا جاتا ہے۔

(07 بجکر 40 منٹ پر نماز مغرب کا وقفہ ہوا)۔

(اجلاس کی دوبارہ کارروائی جناب ڈپٹی اسپیکر صاحب کے صدارت میں 08:15 پر دوبارہ شروع ہوئی۔)

جناب ڈپٹی اسپیکر: ایوان کی کارروائی۔ جی آپ تشریف رکھیں دو منٹ میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ رخصت کی درخواستیں، سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

طاہر شاہ کا کڑ (سیکرٹری اسمبلی): حاجی محمد خان طور اتمائیل صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ ناسازی طبعیت کی بناء آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب سیکرٹری اسمبلی: ملک سکندر خان ایڈووکیٹ صاحب نے نجی مصروفیات کی بناء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب سیکرٹری اسمبلی: نواب محمد اسلم خان رئیسانی صاحب نے نجی مصروفیات کی بناء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب سیکرٹری اسمبلی: حاجی عبدالواحد صدیقی صاحب نے ناسازی طبعیت کی بناء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب سیکرٹری اسمبلی: محترمہ زینت شاہوانی صاحبہ نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب سیکرٹری اسمبلی: محترمہ لیلیٰ ترین صاحبہ نے کوئٹہ سے باہر ہونے کی بناء آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے۔ رخصت منظور ہوئی۔

جناب دینش کمار صاحب آپ قاعدہ نمبر 180 کے تحت تحریک پیش کریں۔

جناب دنیش کمار (پارلیمانی سیکرٹری): میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ کل مورخہ 11 اگست 2020ء جو کہ یوم اقلیت تھا۔ ہر سال منایا جاتا ہے۔ میں دنیش کمار پارلیمانی سیکرٹری قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء قاعدہ نمبر 180 کے تحت تحریک پیش کرتا ہوں کہ ذیل قرارداد کو پیش کرنے کیلئے قاعدہ نمبر 225 کے تحت قاعدہ نمبر 103(2) کے لوازمات کو suspend کیا جائے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ آیا تحریک منظور کجائے۔ تحریک منظور ہوئی۔ جناب دنیش کمار صاحب آپ اپنی قرارداد پیش کریں۔

جناب دنیش کمار: میں قرارداد پیش کرتا ہوں کہ کل مورخہ 11 اگست 2020ء کو جو کہ پورے ملک میں یوم اقلیت کے طور پر ہر سال منایا جاتا ہے، اس موقع پر یہ قرارداد اس ایوان میں پیش کرتا ہوں کہ بانی پاکستان محترم جناب قائد اعظم محمد علی جناح کی پہلی دستور ساز اسمبلی کراچی کی تقریب جو کہ 11 اگست 1947ء میں انہوں نے کراچی کی جو دستور ساز اسمبلی میں وہ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو انہوں نے انگریزی میں پیش کی تھی۔

Thanks God we are not starting in those days. We are starting in the days when there is no discrimination, no distinction between one community and another, no discrimination between one caste or creed and another. We are starting with this fundamental principle that we are all citizens and equal citizens of one State. You are free to go your temples. You are free to go your Mosque or to another place of worship in this State of Pakistan. You may belong to any religion or caste or creed that is nothing to do with the business of State. Now I think we should keep that in front of us as our ideal and you will find that in course of time Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims, not in the religious sense, because that is the personal faith of each individual, but in the political sense as citizens of the State. تو لہذا ایوان سے میری استدعا ہے کہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناب کے مذکورہ فرمودات اور

اقوال زرین کو بلوچستان میں ہر سطح پر جو نصاب کی کتاب ہیں ان کا حصہ بنایا جائے۔ یہی میری استدعا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ نے اس کی وضاحت کردی یا admissibility کی یا اور کریں گے۔ جی۔

جناب دنیش کمار: میں وضاحت کر دوں۔ جناب اسپیکر! جس طرح سے ہر مذہب، ہر جگہ پر اور even اسلام

میں بھی تمام اقلیتوں کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اسی طرح سے 11 اگست 1947ء کی جو قائد اعظم محمد علی جناح کی تقریر ہے تو انہوں نے بھی اسی اسلامی نقطہ نظر سے کہا کہ تمام مذاہب کے لوگ جو پاکستان میں ہونگے، اُن کو اپنی مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ وہ اپنی عبادتوں میں آزاد ہونگے۔ انہوں نے جو کہا تھا کہ آپ آزاد ہیں۔ آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کیلئے۔ آپ آزاد ہیں اپنی مسجدوں میں جانے کیلئے۔ آپ کا جو اپنا دین ہے اُس دین کے مطابق آپ اپنی عبادت کرنے میں آزاد ہیں۔ اور جو پاکستان کے جتنے بھی جس رنگ و نسل سے اُن کو اپنی مذہبی آزادی حاصل ہے، اس حوالے سے جو انہوں نے یہ اقوال زرین کہے تھے 11 اگست کو سندھ کے دستور ساز اسمبلی میں پہلی دفعہ انہوں نے کہیں تھے، وہ ہم اقلیتوں کیلئے اقوال زرین کے حیثیت رکھتے ہیں۔ کل ہم نے اس سلسلے میں 11 اگست کا۔ بلوچستان میں بھی دن منایا۔ تو میں نے وہاں پر بھی یہی کہا کہ 11 اگست کے جو قائد اعظم محمد علی جناح کے اقوال زرین تھے۔ اُس پر بلوچستان میں من و عن عمل کیا جا رہا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارے مسلم بھائی جو ہمیں اپنے برابر کا شہری سمجھتے ہیں اور ہم اپنی عبادت گاہوں میں ہر جگہ میں ہم آزاد ہیں۔ ہم پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہے۔ میں جناب یہ چاہتا ہوں کہ اس تقریر کو بھی ہمارے نصاب کا حصہ بنایا جائے اور اس سے بھی آگے چل کر میں کہتا ہوں کہ جو اسلامی تعلیمات کے حوالے سے اقلیتوں کو حقوق حاصل ہیں وہ بھی نصاب کا حصہ بنایا جائے، تاکہ دنیا کو بتا دیا جائے کہ اسلام میں کسی قسم کی نفرت نہیں ہے۔ ہر مذہب کیلئے جگہ ہے۔ اور دوسرے مذہب کا احترام ہے۔ تو میری جناب اسی لئے میں یہ قرارداد لایا ہوں، کہ ہمارے جو چھوٹے بچے ہیں، جو ہمارے بچے جو نصاب پڑھتے ہیں اُن میں یہ ایک آجائے کہ اقلیتی برادری یعنی غیر مسلم برادری ہمارے ملک کا حصہ ہیں اور اسلام اور قائد اعظم محمد علی جناح جو اس ملک کے بانی تھے انہوں نے بھی اُس کی گارنٹی دی ہے اور ساتھ ساتھ آئین پاکستان بھی اُن کو اپنی اس گارنٹی دیتا ہے آپ آرٹیکل 20 دیکھیں آپ آرٹیکل 21 اور 35 دیکھیں۔ اُس میں بھی یہ چیز ہے کہ جو بھی پاکستان کا غیر مسلم ہے اُس کو برابر کے حقوق حاصل ہے اور اپنی مذہبی آزادی میں وہ آزاد ہے اور اُن کو کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ہے۔ اسلئے میری ایوان سے یہ استدعا ہے تمام ایوان سے کہ اس قرارداد کو منظور کیا جائے اور اس قرارداد کے ذریعے یہ سفارش کی جائے کہ اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں نصاب میں شامل کیا جائے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ مولوی صاحب آپ اسی قرارداد کے متعلق بات کرنا چاہتے ہو، آپ دو منت تشریف رکھیں۔ قرارداد پا ایک یا دو بندے بات کر کے اس کو منظور یا نا منظور کر کے پھر آپ بات کریں۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: شکریہ جناب اسپیکر! جو قرارداد ہاؤس کے سامنے ہے یقیناً اقلیتیں اس ملک کا حصہ

ہیں۔ اور ہمارے ملک کے جھنڈے میں جو سفید رنگ کا نشان ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ اس میں اقلیتیں بستی ہیں۔ اُن کا مکمل تحفظ ہوگا۔ لیکن جناب اسپیکر! میں افسوس سے کہہ رہا ہوں کہ جو میرے دوست نے کہا یہ اُس کے بالکل برعکس ہو رہا ہے اس ملک میں۔ اگر آپ کو یاد ہو جناب اسپیکر! 1947ء میں یہ ملک بنا تو اُس وقت پاکستان میں 25 فیصد اقلیت یہاں رہتے تھے، 25 فیصد۔ آج کیا صورتحال ہے، ہمارے ملک کی ریاستی پالیسی نے اس ملک کو انتہا پسندی، فرقہ واریت کے اُس دلدل میں جا کے گرا دیا ہے کہ آج اس ملک میں محض 3 فیصد اقلیتیں رہ گئی ہیں۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں جناب اسپیکر! کہ 22 فیصد لوگ ہم سے چلے گئے۔ یہ کتنی alarming position ہے جناب اسپیکر! میرے دوست نے بات کی یقیناً ہمارے ملک کے آئین کے تمہید میں لکھا ہوا ہے کہ اقلیتیں آزادی سے اپنے مذہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں۔ اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔ اور ساتھ میں آگے لکھا گیا ہے کہ جس میں اقلیتوں اور پسماندہ اور جو نیچے طبقات ہیں اُن کے جائز مطالبات کے تحفظ کا انتظام کیا جائیگا۔ جناب اسپیکر! اس کے علاوہ اگر آپ کے آئین کے آرٹیکل 36 آپ پڑھ لیں۔ جناب اسپیکر! مملکت اقلیتوں کے جائز حقوق اور مفادات کا جن میں وفاقی اور صوبائی ملازمتوں میں ان کی مناسب نمائندگی شامل ہے، تحفظ کریں گی۔ لیکن جناب اسپیکر! اب بالکل اس کے برعکس ہو رہا ہے، یہاں پر جس طرح دیگر ہم اقوام یہاں کے پشتون، بلوچ، سندھی اقوام اُن کے حقوق کا کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ جس طرح ہم روزانہ روتے ہیں کہ کس طرح ہمارے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ ہمارے اکابرین نے اس کے لئے مساوات کے لئے مذہبی آزادی کیلئے اقلیتوں کے تحفظ کیلئے، سماجی عدل و انصاف کیلئے جس طرح ہم نے جدوجہد کی۔ اگر ہمارے اکابرین کے اُن فرمودات پر عمل ہوتا تو آج اس ملک میں ناں صرف اقلیتیں محفوظ ہوتیں بلکہ ہم اپنے آپ کو بھی یہاں پر یہ محسوس کرتے کہ ہمارے حقوق کا بھی یہاں پر کوئی سننے والا ہے۔ لیکن جناب اسپیکر! ہمیں بنیادی طور پر ریاستی پالیسی کو تبدیل کرنا ہوگا۔ ہم اُس ریاستی پالیسی کو ہم چھوڑ دیں جو انتہا پسندی اور فرقہ واریت کی جانب جا رہی ہے ہمیں ایک ایسے ریاست کی طرف جانا چاہیے جس میں ناں صرف اقلیت محفوظ ہو بلکہ ہمارے محکوم عوام کے حقوق بھی محفوظ ہو۔ میں یقیناً یہ قرار داد اگر اقلیتوں کے حقوق سے متعلق ہے، اُن کے حقوق کا تحفظ ہونا چاہیے۔ یہاں پر ہوتا یہ ہو رہا ہے کہ اُن کے حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ وہ بیچارے ابھی کل یہ خضدار میں واقعہ ہوا ہے۔ جس پر ہم بعد میں بولیں گے ایک ہمارے وڈھ میں ایک ہندو تاجر کا وہاں پر قتل ہوا ہے۔ یہ اقلیتوں کے حقوق سے متعلق ہے اُن کے حقوق کا تحفظ ہونا چاہیے۔ یہاں پر ہوتا یہ ہا کہ اُن کے حقوق پامال ہو رہے ہیں وہ بیچارے اپنے، ابھی کل ہی خضدار میں واقعہ ہوا ہے جس میں بعد میں بولیں گے، وڈھ میں ہمارے ہندو تاجر کا قتل ہوا ہے، اُن کو دھمکیاں دی گئی ہیں۔ اس طرح صورتحال کی وجہ سے یہاں سے اقلیتیں جا

رہی ہیں، روز آپ سنتے ہیں کہ کتنے خاندان ملک کو چھوڑ کر کسی اور ملک گئے۔ لہذا گزارش یہ ہوگی کہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ہماری حکومتیں ہماری ریاست اس کے لیے اقدامات اٹھائے۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی احمد نواز صاحب۔ قرارداد کے بعد انکو موقع دے دوں گا، آپ قرارداد پر بات کرنا چاہتے ہیں؟۔ جی احمد نواز صاحب۔

حاجی احمد نواز بلوچ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ۔ میرے دوست کو میرے نیند سے بیداری، کیونکہ 11 تاریخ تو گزر چکا ہے۔ جو قرارداد لائی حمایت تو ہم کریں گے۔ مگر جس انداز میں اس کو لانا چاہیے تھا اس کو اس انداز میں نہیں لایا۔ جناب اسپیکر، بلوچستان کی تاریخ میں ریاست قلات پر جب حملہ ہوتا ہے، خان محراب خان کے قلعے پر ”میری“ پر۔ تو اس دوران بھی ہندو بلوچ ہمارے بھائی جن جن علاقوں میں بھی وہ رہتے ہیں پشتون علاقوں میں وہ رہتے ہیں وہ پشتون زبان بولتے ہیں، اگر ہمارے علاقے میں رہتے ہیں اور وہ جس علاقے میں بھی رہتے ہیں، فرض کریں اگر وہ لہڑی میں رہتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو ڈوکی کہتے ہیں، یا ڈیرہ بگٹی میں رہتے ہیں وہ اپنے کو بگٹی کہلاتے ہیں۔ تو کہنے کا مقصد ہے جتنی بھی ہماری اقلیت ہیں صوبے میں، جسے میں نے کہا قلات میں جب انگریزوں نے خان محراب خان کے قلعے پر ”میری“ پر حملہ کیا تو سب سے پہلے شہید نکم مل جس نے انگریزوں کے ساتھ لڑائی کی۔ تو خان صاحب نے کہا کہ آپ ہمارے مذہب میں نہیں ہیں کیونکہ آپ میرے علاقے میں ہو، آپ میرے قلعے میں ہو آپ لڑائی نہیں کریں، ہم لڑائی کریں گے۔ تو اس نے جذبے میں آ کر اپنی family سمیت اُس نے کہا کہ میں اپنا مذہب بھی چھوڑوں گا لیکن وفاداری جتنی بھی ہے میرا وہ اس وطن کے ساتھ ہے، اس ریاست کے ساتھ ہے۔ آپ دیکھتے ہیں ڈیرہ بگٹی پر جب حملہ ہوتا ہے تو نواب صاحب کے قلعے میں سب سے پہلے ہندو جو ہمارے بگٹی شہید ہوتے ہیں وہاں پر۔ تو ایسی ہی ہماری تاریخ ہے کہ جتنے بھی ہمارے علاقوں میں رہتے ہیں اُن کے رہن سہن، اُنکی ہمارے محلوں میں رہائشیں، اُن پر کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ اُنکو مذہب آزاد ہے، ایسے ہی christian برادری ہے، سکھ برادری ہے، ہم سب اُنکی اپنی پارٹی کی طرف سے حمایت کرتے ہیں اور اسی توقع کے ساتھ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ، جیسے میرے بھائی دنیش جتنے بھی زیادہ فنڈز لے جاتے ہیں تھوڑا ان بھائیوں کو بھی دیکھیں، ان کے بھی حقوق کا بھی تحفظ کریں۔ یہ بھی اسی برادری سے ہیں۔ اور میں اس قرارداد کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ، جی مکھی شام لعل صاحب۔

جناب مکھی شام لعل: شکر یہ، بلوچستان اسمبلی میں جو حقوق کہ بات ہے جو اسمبلی میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں ہم ایسے حقوق ہمارے ہیں نہیں۔ رہی بات law&order situation کی۔ آج آپ دیکھیں کہ اقلیتوں کے کتنے قتل

ہو رہے ہیں، جب میں دیکھیں آپ وڈھ میں دیکھیں، اس سے بڑھ کر اور کیا، جو اس وقت law&order situation ہے، بیلڈ سے ویگن نکلتی ہے، خضدار کی ویگن وہاں پر اُس پر فائرنگ ہوتی ہے، چار چار آدمی چاہے مسلمان ہوں یا ہندو قتل کیے جاتے ہیں۔ کچھ نہیں ہوتا ہے، جب میں بم دھماکے ہو رہے ہیں، مطلب پورے بلوچستان کو دیکھیں کیا ہے یہاں پر کوئی قانون نہیں ہے، کوئی law& order کی situation نہیں ہے یہاں پر، لوگ اس طرح مر رہے ہیں۔ جہاں تک دیش بھائی نے قائد اعظم کی بات کی ہم اُن کا احترام کرتے ہیں وہ اُس وقت کی بات تھی اس وقت کیا ہے؟۔ اس وقت ہم لوگ بیٹھے ہیں، کتنے funds ہیں، ہمیں کچھ نہیں ملا۔ ہم یہاں چیخ رہے ہیں ہم یہاں عوام کے لیے آئے ہیں اقلیتوں کے حقوق کے لیے آئے ہیں۔ مگر ہماری کوئی دادرسی نہیں ہے۔ ایک طرف جو بھی یہ مسئلے ہیں یہ onesided ہوتے ہیں تو پھر کیا حقوق ہیں کس حقوق کی بات کی جاتی ہے۔ حقوق اُس کو ملتا ہے جس کے پاس پیسے ہوتے ہیں۔ جس کو fund ملتے ہیں اُسی کے لیے حقوق ہیں۔ مگر ہم لوگوں کے لیے کوئی حقوق نہیں ہیں۔ رہا دوسرا مذہب کی جہاں تک بات ہے، کون سی مذہب کی آزادی ہے ہمیں؟۔ مندر ہم لوگ یہاں نہیں بنا سکتے ہیں، اپنی عبادت گاہ میں ہم جا نہیں سکتے ہیں۔ بہت سے ایسے مسائل ہیں لیکن کھل کر ہم بات نہیں کر سکتے کیونکہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بات کریں گے تو ہم ہی مجرم ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے کہ ہم یہاں کھلے دل سے ہیں۔ بھائی نے بات کی کہ تین percent ہندے یہاں پر رہ گئے ہیں، کیوں رہ گئے ہیں؟ جب 20-25% بندے یہاں سے چلے گئے تو کیوں؟۔ کچھ problem ہے ہم لوگوں کے ساتھ۔ ہمارا ملک ہے ہم اس ملک کے وفادار ہیں ہم بھی اس ملک کے خیر خواہ ہیں۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کرے یہاں پر امن ہو۔ یہاں پر لوگوں کو سہولیات ملیں۔ مطلب سب لوگوں کو، ہم یہ نہیں کہتے کہ خالی اقلیتیں ہیں یہاں پر، دوسری برادریاں، مسلم بھی ہمارے بھائی اسی طرح پسے ہوئے ہیں۔ بہر حال پھر بھی ہم اس کی حمایت کریں گے کیونکہ تحریک ہمارے اقلیتوں کے حساب سے ہے۔ مجھے تو دیش بھائی پر اتنا افسوس ہے کہ کل پرسوں جب ہمارے معزز رکن اکبر نے تو اُس وقت اُس کو چاہیے تھا کہ اٹھ کر ہماری حمایت کرتا جبکہ اُس وقت government سے دو تین لوگوں نے حمایت کی۔ تو یہ باتیں ہیں ہمیں بھی تکلیف ہے بس مجبوری ہے کہیں گے تو لوگ کہیں گے تو کل ہم بھی مجرم ٹھہرتیں گے۔ بہر حال اچھی بات ہے ہم اس کی حمایت کرتے ہیں دوسرے بھائیوں نے بھی حمایت کی ہے۔ thank you

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مکھی شام لعل صاحب، جی میڈم بشری رند۔

محترمہ بشری رند (پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ اطلاعات): آج کی قرارداد کے حوالے سے یہ بات کرنا چاہ رہی ہوں کہ اگر جن کو لگتا ہے کہ پاکستان میں اقلیتوں کی کوئی عزت نہیں ہے تو میرے خیال میں بہت ہی غلط سوچ ہے۔

اگر ہم نظر ڈالیں اپنے ساتھ ہی انڈیا پر تو اس وقت مسلمانوں کے ساتھ وہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ کیا وہ وہاں پر سکون سے رہ سکتے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔ excuse me مجھے بات کرنے دیں۔ جب آپ بات کر رہے تھے میں نہیں بولی، اب آپ چپ کر کے مجھے سُنیں۔ یہ کوئی طریقہ نہیں آپ لوگ اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جی ہاں اسی طرح جو مسلمانوں کے لیے جو حالات ہیں اس وقت آپ دیکھیں دہشتگردی انڈیا میں ہو رہی ہے۔ جتنے مسلمان انڈیا میں مر رہے ہیں کیا میں غلط کہہ رہی ہوں آپ میڈیا کو دیکھ لیں، ہمارے سب سے زیادہ مسلمان بھائی اس وقت پوری دنیا میں انڈیا میں مر رہے ہیں۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ وہاں پر کوئی آواز اُٹھانے والا نہیں ہے، یہاں پر الحمد للہ ہماری پاکستان میں ہم نے جو respect اپنے اقلیتی بھائی بہنوں کو دی ہے۔ نہ ہم اُنکے مندروں کے لیے کبھی روکتے ہیں نہ اُن کے گرجا گھروں کو، بلکہ ہمیشہ اُن کی خوشیوں میں اُنکے ساتھ ساتھ ہیں، جب اُنکی خوشی یا کوئی تہوار آتا ہے ہم اُنکی خوشیوں میں اُن کے ساتھ celebrate کرتے ہیں۔ میں یہ کہتی ہوں کہ چیزوں کو کبھی positive بھی لینا چاہیے کہ پاکستان میں کچھ چیزیں اچھی بھی ہو رہی ہیں۔ اگر ہم دوسرے ملکوں میں نظر ڈالیں گے تو ہمیں اندازہ ہوگا کہ ہمارے ملک میں کیا چیز اچھی ہو رہی ہے۔ تو میرا خیال کہ اقلیتوں کے ساتھ یہاں پر کوئی زیادتی ہو رہی ہے۔ چھوٹا موٹا تو ہمارے ساتھ بھی ہو رہا ہے یہاں تو وہ ہر جگہ good and bad ہوتا ہے۔ لیکن اقلیت کے حساب سے میں کہوں گی کہ ہم لوگ جتنا قدر کر رہے ہیں۔ اگر انڈیا پر نظر ڈالیں تو they are not playing their role. thank you.

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ، اس پر آپ نے بحث کر لی ہے مسٹر وینش۔ آیا قرارداد منظور کی جائے؟۔ قرارداد منظور ہوئی۔

جناب وینش کمار: جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی وینش۔

جناب وینش کمار: پاکستان کے جھنڈے میں سفید رنگ اقلیتوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ اور یہ بات میں بتا دوں، جیسے زیرے بھائی نے کہا کہ 25% تھے یہاں پر۔ تو میں ان کو بتاؤں کہ انڈیا میں بھی آپ کے 40% مسلم تھے۔ جب آزادی ہوئی تو وہاں سے مسلم یہاں آئے۔ یہاں سے ہندو برادری وہاں چلی گئی۔ ایک mutual migration ہوئی تھی۔ میں تاریخ کی درستگی کے لیے ایک بات بتا دوں کہ 2017ء کی مردم شماری دیکھیں اور 1980ء میں جو مردم شماری ہوئی تھی اُس میں اقلیتوں کی تعداد بڑھ کر 3% سے 4% ہو گئی ہے۔ اور یہ آپ appreciate کریں۔ اور جناب اسپیکر! اس موقع پر آپ کو ایک اور خوشخبری دینا چاہتا ہوں۔

میر اختر حسین لاگنو: یہاں پر ارجن داس بگٹی صاحب ڈپٹی اسپیکر تھے وہ انڈیا چلے گئے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: order in House۔ مولوی صاحب آپ بات کریں۔

مولانا نور اللہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! میں آپ کی توجہ اور پورے ایوان کی توجہ ایک اہم دینی، اسلامی، مذہبی اور ہماری روایتی مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ یہ ایوان اس میں روز بحث ہو رہی ہے کہ اتنے پیسے کہاں چلے گئے؟ فلاں زیادہ لے گئے فلاں کو کم ملے۔ یہ ایوان قانون سازی کے حوالے سے فرائض انجام دے، مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری اسمبلی کے اوپر لالہ اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ لکھا گیا ہے اور ہماری اسمبلی کے ہال کے دروازے پر واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا لکھا گیا ہے۔ اور اس اسمبلی میں اور مملکت خداداد کی تمام اسمبلیوں میں یہ بات زور و شور سے کی جا رہی ہے کہ پاکستان ایک اسلامی، فلاحی ریاست ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں بانی پاکستان اور پاکستان کی آزادی کے تحریک چلانے والے اس بنیاد پر پاکستان کے لیے تحریک چلا رہے تھے کہ ہمیں ایک خطہ ملے جس میں اسلام کا دین نافذ ہو۔ خواہ وہ اخلاقی ہو یا معاشی، سیاسی ہو یا معاشرتی جس بھی حوالے سے ہو یہاں قرآن کا نفاذ ہو اور اسلام کا نفاذ ہو۔ دینش بھائی نے جو قرارداد پیش کی کہ اقلیتوں کو اس مملکت میں آزادی ہونی چاہیے اور اسلام کا حوالہ دیا۔ میں پیغمبر ﷺ کی ایک حدیث کو پڑھتا ہوں کہ اقلیتوں کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ، غیر مسلم اقلیت اس کا مال اور خون اس طرح ہے جس طرح کسی مسلم شخص کا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے کہ وہ غیر مسلم مملکت کے قانون کا احترام کرتا ہو۔ اور مسلمانوں کی مملکت کے آئین اور تمام انتظامی امور کا خیال رکھتا ہو۔ کیونکہ یہ مملکت ایک اسلامی مملکت ہے۔ اقلیتوں کے شراب لائسنس پر ہمارے مسلمان جوانوں کو اور مسلمانوں کو شراب supply کیا جاتا رہا ہے۔ جہاں پر اقلیت نہیں ہے، ہمارے علاقے، مسلم باغ ہو، کچلاک ہو، کوئٹہ ہو، بلوچ ہو، پٹھان ہو سب مسلمان ہونے کے باوجود وہ شراب ان لوگوں کے واسطے ان کے supply پر license کر کے خضدار میں بھی پیتے ہیں، ٹوب میں بھی پیتے ہیں اور چمن میں بھی پیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مولوی صاحب بات! تھوڑی مختصر کر لیں کارروائی کافی زیادہ رہتی ہے۔ Point of Order پر اتنی لمبی بات نہیں ہوتی ہے، بس مختصر کریں۔

مولوی نور اللہ: عرض یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمارے اسلامی، اخلاق اور معاشرتی اقدار کے حوالے سے یہاں پر توضیح ہو رہی ہے۔ اس مقصد کے سامنے جو ہوٹل ہے، ہمارے عدالت عالیہ کے بالمقابل جو ہوٹل ہے اس کا نام ہے سرینا ہوٹل۔ شاید اس کے مالک کا تعلق بھی اسلام سے نہ ہو میرے معلومات کے مطابق۔ وہ اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ دو دنوں سے یہاں پہ سرعام ایک XX جس کا نام ہے حریم شاہ۔ XXXXXXXXXXXX۔

XXXXXXXX-XXXXXXXX-XXXXXXXX-XXXX-XXXXXXXXXXXX
مرد عورتیں اُس کے تصاویر دیکھ رہے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! ہم اس پر خاموش رہے ہیں۔ یہ تمام اراکین ممبران اسمبلی خواہ جس کا تعلق جس بھی قبیلے اور قوم سے ہے اور جس کا تعلق جس بھی سمت سے ہے دیش بھی کہہ رہا ہے۔ اگر دیش اسلام کے قوانین کا اور مملکت کے قوانین کا احترام نہ کرتا ہو تو پھر اُس کا مال اور خون اس طرح محفوظ نہیں ہوگا جس طرح آج ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میرے خیال سے مولوی کارروائی کافی رہتی ہے، کارروائی کی طرف آتے اور ایسے کسی کے اوپر ایسی اتنا بڑا میرے خیال سے الزام لگانا مناسب بھی نہیں ہے اس ایوان میں۔ اگر کسی کے بارے میں انسان کو پتہ بھی نہ ہو۔

مولوی نور اللہ: میں نے ووٹ اسی نام پر لیا ہے کہ میں اسمبلی میں اسلام کے لئے بولوں گا، مسلمانوں کے کیلئے بولوں گا، اسلامی اقدار کی احیاء بخشنے کے لیے بولوں گا۔ میرے یہاں آنے کا اگر یہ مقصد نہ ہو تو میرا یہاں آنے کا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ اسلام میں قاتل کو پھانسی پر چڑھانا چاہیے۔ شرابی کو ڈرے لگانا چاہیے، راشی کے ہاتھ کو پکڑنا چاہیے اور سود خوری پر بندش ہونا چاہیے، اخلاقیات سے عاری حرکات و سکنات پر پابندی لگانا چاہیے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ مولوی صاحب! کارروائی کی طرف آتے ہیں۔ کارروائی کافی زیادہ رہتی ہے۔
مولوی نور اللہ: میں اس Floor کے توسط سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ پورے اسمبلی کے آراکین خواہ مرد ہیں یا عورت، اقلیت سے تعلق ہے یا مسلمان سب سے یہ پاس کرانا چاہتا ہوں کہ XXXXXXXXXXX-XXXXXXXX-XXXX

جناب ڈپٹی اسپیکر: کارروائی کی طرف آتے ہیں۔ قرارداد پاس ہوگئی ہے سردار صاحب۔ میرے خیال سے بھی کارروائی کے طرف آتے ہیں کافی کارروائی رہتی ہیں۔

سردار عبدالرحمن کھٹیران (وزیر محکمہ خوراک): جناب اسپیکر صاحب! جیسا کہ مولانا صاحب نے حدیث پڑھی، ہمارا مذہب، ہمارے پیغمبر ﷺ کا حدیث، ایک پیغام ہے۔ جو انہوں نے خود کیا وہ سارے مسلمانوں کے لیے اُس کو مشعل راہ بنایا ہے اُس حدیث میں واضح طور پر ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ریاست ہماری پاکستان کی۔ اس میں جتنا تحفظ و احترام اقلیتوں کو دیا جاتا ہے، کاش کہ جو ہمارا ہمسایہ ملک ہے ہندوستان، انڈیا وہاں پر بھی اگر اس طریقے سے ہوتا۔ ہم ان کو blame نہیں کرتے۔ یہ ہمارے اس ریاست کا حصہ ہیں جیسے دیش نے کہا کہ ان کا مرنا جینا یہاں پر ہے۔ اس حد تک گیا دیش کہ اس نے کہا کہ میری چٹا، challenge پر کہا کہ یہیں پاکستان میں چلے گی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اختر حسین لانگو! اُسکو آگ دے گا۔

سردار عبدالرحمن کھتران (وزیر محکمہ خوراک): جی۔ لیکن کاش کے وہاں پر جو مسلمان ہمارے یہاں سے ہجرت کر کے گئے یا وہاں پر آباد ہیں، کاش کہ اُن کے ساتھ بھی اُس حکومت کا رویہ ہم مسلمانوں جیسا ہوتا۔ اب یہاں پر میں دو مثالیں آپ کو دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مختصر سردار صاحب۔

وزیر محکمہ خوراک: مختصر بس دو تین منٹ۔ ژوب میں مندر تھا، الحمد للہ ہماری حکومت کو اس حکومت کو یہ credit جاتا ہے کہ ہندوں کی احترام میں اُن کی عبادت گاہوں کے احترام میں وہ مندر کھول دیا گیا۔ اسی طریقے سے کوئٹہ میں سکھ برادری کا گوردوارہ، اس حکومت کو credit جاتا ہے کہ انہوں نے اُسکو functional کر دیا۔ اسی طریقے سے اسلام آباد میں جہاں پر ٹول ڈیڑھ سو دو سو ان کی آبادی ہے مندر تعمیر کرنے کے لئے قیمتی زمینوں کو allot کی گئی ہے، یہ بحیثیت مسلمان ریاست کے یہ بہت بڑا پیغام ہے ہمارے ہمسایہ ملک کے لیے۔ اب اُس کو compare کریں، گجرات کا قتل عام، جو مودی اس وقت بیٹھا ہوا ہے جو وزیر اعظم ہے، دنیا میں اُس کا داخلہ بند ہو گیا تھا۔ جو مسلمانوں کے ساتھ گجرات میں ہوا، قتل عام ہوا اُن کو جلایا گیا یہ جیسے ابھی مولانا صاحب کہہ رہے تھے مجھے نہیں پتہ ہے کہہ رہے تھے شاید مجھے تو نہیں پتہ کہہ رہے تھے کہ کوئی XXXXXXXXXXX-XXX۔ جناب اسپیکر صاحب! میں ان چیزوں کو سمجھتا ہی نہیں ہوں۔ میں خالی وہ WhatsApp دیکھتا ہوں message وغیرہ، اس میں چھٹ ہوں میں نہیں جانتا ہوں اس IT، شائی کو۔ تو میں گزارش کر رہا تھا۔ اچھا! وہاں پر بابر مسجد کو گرا کے وزیر اعظم جا کے اُس کا افتتاح کرتا ہے۔ مسجد کی جگہ مندر بنتا ہے۔ ٹھیک ہے یہاں پر بھی بہت ساری مثالیں ہیں جب پاکستان، ہندوستان یہ ایک تھے اُس وقت 1947ء سے پہلے۔ تو مختلف جگہوں پر مندر بھی بنے ہوئے تھے۔ مسجدیں بھی تھیں۔ لیکن جو چیز قائم تھی اُس کو گرا کے۔ پاکستان میں کہیں پر بھی یہ کوئی مثال نہیں دے سکتا ہے کہ کسی گوردوارے کو، مندر کو یا کسی بھی اقلیت کے کسی بھی عبادت گاہ کو گرایا ہو اور اُس کی جگہ پر کوئی ایک ہم نے اپنی عبادت گاہ بنائی ہو۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ کھتران صاحب۔

وزیر محکمہ خوراک: آپ compare کریں، ہم اس بلوچستان اسمبلی کے اس Floor سے یہ message دینا چاہتے ہیں اُن کو کہ جو دہشتگردی وہ پاکستان میں مودی کروا رہا ہے۔ اور جو وہاں پر مسلمانوں کے ساتھ آپ نے دیکھی ہوگی ویڈیوز بھی کہ جس طریقے سے کہ اگر گائے کا سر اُنکے ہاتھ میں آتا ہے تو ایک آپ نے

دیکھا تھا کہ ویڈیو تھی وہ پہلوان تھا اُس کو ڈنڈے مار مار کے، قصائی تھا، اُس کو جس طریقے سے اُس کو مار دیا گیا۔ مطلب بہت ساری مثالیں ہیں پھر وہ ایک لڑکی کو جلا دیا تو یہاں پر یہ چیزیں نہیں ہیں۔ ہاں ضرور ہوتا ہے وڈھ میں واقعہ ہوا ہے ہم مذمت کرتے ہیں اُس کی ایک ہندو کو۔ (مداخلت۔ شور)۔ میں قرارداد کی بات نہیں کر رہا ہوں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: ایک اہم قرارداد جس پر بحث ہونا جا رہا ہے سردار صاحب۔

وزیر محکمہ خوراک: یہ بھی اہم ہے جناب آپ لوگوں کی ہر چیز اہم ہے ہم جو بات کریں نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مختصر کریں۔ کھیتز ان صاحب! کارروائی زیادہ ہے بس conclude کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: کھیتز ان صاحب! آپ بات کرتے ہو اُس سے پہلے آپ 20 منٹ بات کرتے ہیں آپ آدھا گھنٹا بات کرتے، ہم سنتے۔ (مداخلت)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مجھے اسپیکر صاحب! نے Floor دیا ہے۔ آپ لوگ ایک دم تین چار پانچ کھڑے ہو جاتے ہیں نہیں کرو۔ جب ہم یونیورسٹی میں جناب اسپیکر صاحب! پڑھتے تھے تو ایک تصویر اُس زمانہ میں بڑی مشہور ہوئی تھی۔ ایک ہرن ہے اور ہرن کو بہت سارے جانور ہیں، میں اُس کا نام نہیں لوں گا، پڑ جاتے تھے ناں ایسے وہ پھنسا ہوا ہے۔ تو نہ کریں یہ دوسروں کو بھی بولنے دیا کریں مہربانی کر کے۔ تو گزارش یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ پہلے بھی اقلیتوں کو مکمل تحفظ اور حقوق اُن کو دیے جا رہے ہیں ہماری حکومت اس ریاست کی حکومت اور آئندہ بھی ہم ان کو اپنا بھائی اپنا حصہ سمجھتے ہیں۔ Thank you۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ اور جتنے بھی غیر پارلیمانی الفاظ یہاں اراکین کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں اُن کو حذف کیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی ملک نصیر صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: سردار صاحب ہم سے senior بھی ہے بار بار آرہے ہیں وہ خود کہتا ہے کہ جب ایک چیز قانون کے مطابق اس اسمبلی کو rules کے مطابق چلانا ہے وہ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے تھے ہم اُن کو روکنا نہیں چاہتے وہ ہمارے محترم ہیں اُنہوں نے 5 منٹ بات کیا اگر وہ اس قرارداد کے دوران 20 منٹ بھی بات کرتے ہم سنتے ہم بار بار سنا ہے۔ ہم نے کہا چونکہ قرارداد پاس ہو چکی ہے اُس کے بعد اُس پر بحث کرنا اور لمبی تقریر کرنا۔ (مداخلت۔ شور)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آڈٹ رپورٹس کا ایوان میں پیش کیا جانا۔ وزیر خزانہ! اسمبلی قواعد و انضباط کار کے قاعدہ

☆ بحکم جناب اسپیکر تمام غیر پارلیمانی الفاظ xxxxxx کارروائی سے حذف کر دیئے گئے۔

نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برکارکردگی آڈٹ رپورٹ بابت سکل ڈویلپمنٹ پروگرام بذریعہ بلوچستان ٹیکنیکل ایجوکیشن و وکیشنل ٹریننگ اتھارٹی ایوان کی میز پر رکھیں۔

جناب دانش کمار: میں دانش کمار پارلیمانی سیکرٹری وزیر خزانہ کی جانب سے اسمبلی قواعد و انضباط کار کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برکارکردگی آڈٹ رپورٹ بابت سکل ڈویلپمنٹ پروگرام بذریعہ بلوچستان ٹیکنیکل ایجوکیشن و وکیشنل ٹریننگ اتھارٹی ایوان کی میز پر رکھیں ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برکارکردگی آڈٹ رپورٹ بابت سکل ڈویلپمنٹ پروگرام بذریعہ بلوچستان ٹیکنیکل ایجوکیشن و وکیشنل ٹریننگ اتھارٹی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے لہذا سے Public Accounts Committee کے سپرد کیا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ اسمبلی قواعد و انضباط کار کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت۔۔۔ (خاموشی۔ آذان عشاء)۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جزاک اللہ۔ وزیر خزانہ! اسمبلی قواعد و انضباط کار کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برائے سٹیٹ کنسٹرکشن / آپ گریڈیشن Rehabilitation آف پوسٹ فلڈ ری کنسٹرکشن پروجیکٹ ایٹ بلوچستان ایوان کی میز پر رکھیں۔

جناب دانش کمار: میں دانش کمار پارلیمانی سیکرٹری وزیر خزانہ کی جانب سے اسمبلی قواعد و انضباط کار کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برائے سٹیٹ کنسٹرکشن / آپ گریڈیشن Rehabilitation آف پوسٹ فلڈ ری کنسٹرکشن پروجیکٹ ایٹ بلوچستان ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برائے سٹیٹ کنسٹرکشن / آپ گریڈیشن Rehabilitation آف پوسٹ فلڈ ری کنسٹرکشن پروجیکٹ ایٹ بلوچستان ایوان کی میز پر رکھ دی گئی۔ لہذا سے Public Accounts Committee کے سپرد کیا جاتا ہے۔

وزیر خزانہ! اسمبلی قواعد و انضباط کار مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برکارکردگی آڈٹ رپورٹ وزیر اعلیٰ کے اقدامات بابت یرقان سے پاک بلوچستان ایوان کی میز پر رکھیں۔

جناب دینیش کمار: میں دینیش کمار پارلیمانی سیکریٹری، وزیر خزانہ کی جانب سے اسمبلی قواعد و انضباط کارمجر یہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 174 کے تحت آڈیٹر جنرل آف پاکستان کا آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برکارکردگی آڈٹ رپورٹ وزیر اعلیٰ کے اقدامات بابت یرقان سے پاک بلوچستان ایوان کی میر پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے آڈٹ رپورٹ برائے سال 2018-19ء برکارکردگی آڈٹ رپورٹ وزیر اعلیٰ کے اقدامات بابت یرقان سے پاک بلوچستان ایوان کی میر پر رکھ دی گئی ہے لہذا اسے پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے۔

قومی مالیاتی کمیشن کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا۔

وزیر خزانہ! آئین کے آرٹیکل 160 کی شق (3ب) کے تحت قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے عملدرآمد سے متعلق پہلی ششماہی مونیٹرنگ رپورٹ جولائی تا دسمبر 2018ء ایوان میں پیش کریں۔

جناب دینیش کمار: میں دینیش کمار پارلیمانی سیکریٹری وزیر خزانہ کی جانب سے، آئین کے آرٹیکل 160 کی شق (3ب) کے تحت قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے عملدرآمد سے متعلق پہلی ششماہی مونیٹرنگ رپورٹ جولائی تا دسمبر 2018ء ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آئین کے آرٹیکل 160 کی شق (3ب) کے تحت قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے عملدرآمد سے متعلق پہلی ششماہی مونیٹرنگ رپورٹ جولائی تا دسمبر 2018ء ایوان میں پیش ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: وزیر خزانہ! آئین کے آرٹیکل 160 کی شق (3ب) کے تحت قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے عملدرآمد سے متعلق دوسری ششماہی مونیٹرنگ رپورٹ جنوری تا جون 2019ء ایوان میں پیش کریں۔

جناب دینیش کمار: میں دینیش کمار پارلیمانی سیکریٹری وزیر خزانہ کی جانب سے، آئین کے آرٹیکل 160 کی شق (3ب) کے تحت قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے عملدرآمد سے متعلق دوسری ششماہی مونیٹرنگ رپورٹ جنوری تا جون 2019ء ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آئین کے آرٹیکل 160 کی شق (3ب) کے تحت قومی مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے عملدرآمد سے متعلق دوسری ششماہی مونیٹرنگ رپورٹ جنوری تا جون 2019ء ایوان میں پیش ہوا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلوچستان پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ ایوان میں پیش کیا جانا۔

وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق، بلوچستان پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 2018ء بلوچستان

پبلک سروس کمیشن کے ایکٹ 1989ء کے سیکشن 9 کے تحت ایوان میں پیش کریں۔

جناب دینیش کمار: میں دینیش کمار پارلیمانی سیکرٹری، وزارت ملازمتہائے عمومی نظم و نسق کی جانب سے، بلوچستان پبلک سروس کمیشن کا سالانہ رپورٹ برائے سال 2018ء بلوچستان پبلک سروس کمیشن کے ایکٹ 1989ء کے سیکشن 9 کے تحت ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بلوچستان پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 2018ء بلوچستان پبلک سروس کمیشن کے ایکٹ 1989ء کے سیکشن 9 کے تحت ایوان میں پیش ہوا۔

17 اگست 2020ء کی اسمبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التوا نمبر 1 پر باقی ماندہ اراکین اسمبلی کی جانب سے بحث۔ جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر میں اس کا محرک ہوں۔ میری طرف سے تجویز یہ ہے کہ اگر اکبر مینگل صاحب کو اعتراض نہ ہو کہ ان دونوں تحریک کو یکجا کر کے اس پر باقی ماندہ جو دوست بولنا چاہتے ہیں اُس پر دونوں تحریکوں کو یکجا کریں۔ کیونکہ دونوں law and order سے متعلق ہیں۔ تو دونوں کو یکجا کر کے بحث کی جائے تاکہ وقت کو ہم بچا سکیں۔ اور پھر جو ممبران بات کرنا چاہیں وہ کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: اس پر محرک پوچھا جائے۔

میرزا بدلی ریکی: point of order جناب اسپیکر صاحب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: point of order میرے خیال سے 4 بجے سے صرف point of order پر ہیں۔ جی بات کریں۔

میرزا بدلی ریکی: جناب اسپیکر کیونکہ آج اسمبلی اجلاس کا آخری دن ہے۔ منسٹر ضیاء لانگو صاحب بیٹھے ہیں۔ میرے ضلع واشک میں یہ تین چار دن پہلے بارش زیادہ ہوا ہے نقصانات بھی ہوئے ہیں۔ اس میں بسیم، ناگ، ماشکیل، واشک ٹاؤن میں جتنے زمینداروں کے بندات ہیں، فصلیں ہیں وہ سارے تباہ ہو گئے ہیں۔ منسٹر ضیاء لانگو صاحب آپ PDMA کے طرف سے آپ مہربانی کریں جتنا تعاون ہو سکتا ہے جلد از جلد میرے district میں تعاون کریں۔ اور دوسرا منسٹر زمرک صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ اُس سے میں پرزور اپیل کرتا ہوں کچھ گھنٹوں کا بھی وہ بھی کریں کہ وہاں پر زمینداروں کو نقصانات زیادہ ہوئے ہیں۔ منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں اُس سے بھی request ہے اور زمرک صاحب سے بھی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اکبر مینگل صاحب! آپ جو نصر اللہ زیرے نے کہا کہ دونوں تحریکیں اگر ایک ساتھ بحث میں لائے جائیں تو اس میں آپ کی اجازت اور ایوان سے رائے لینی ہوگی۔

میر اکبر مینگل: جی میرا جو تحریک التواء ہے وہ بھی امن وامان کے حوالے سے ہے۔ تو یہ بھی امن وامان کے حوالے سے ہے اگر ساتھ ہو جاتے ہیں تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: تو ایوان کی یہی رائے ہیں کہ دونوں کے ایک ساتھ بحث میں لائی جائے؟ تحریک التواء نمبر 1 اور نمبر 2 کو ایک ساتھ بحث کے لیے ایک ساتھ لایا جاتا ہے۔ صحیح ہے۔ جی جناب اصغر اچکزئی صاحب!

جناب اصغر خان اچکزئی: جناب اسپیکر! یقیناً جس طرح اجلاس کے شروع میں ہم نے ایک دُعا پڑھی تھی آج کے دن میرے سامنے تو صرف چمن کا واقعہ نہیں ہے۔ پتہ نہیں بد بخت یہ اگست مہینے کا ہر ایک دن ہمیں کوئی نہ کوئی واقعہ یاد دلاتا رہتا ہے۔ اور آج کے دن چمن کے واقعے پر میں نے بات کرنی ہے اور پوری بات کرنی ہے۔ اور ساتھ ہی آج میں شہدائے 12 اگست، جناب اسپیکر! یہ پاکستان کو بننے پورا سال بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ 12 اگست 1948ء کو کم و بیش کوئی 6 سے 700 جنازے خدائی خدمتگاروں کے پیٹ پیچھے اس ملک کے حکمرانوں نے، باچا خان اور اُس کے تحریک کو دیے۔ اور یقیناً جناب اسپیکر! انسان دنگ رہ جاتا ہے جب اس واقعہ کو پوری detail سے پڑھتا ہے دیکھتا ہے کہ کیا کچھ اس واقعہ پر ہوا تھا۔ اور کس طرح کے مظالم ڈھائے گئے تھے۔ جناب اسپیکر! یہ ایک پرامن احتجاج تھا 12 اگست 1948ء کو باچا خان اور اُس کے ساتھی جیل میں تھے اُس کے رہائی کے لیے خدا ہی خدمت گاروں نے ایک پرامن جلوس نکالا اُن کی رہائی کے لیے اُس وقت کے حکمران وقت قیوم خان اور اُس کے ساتھ اُن کی فورسز نے اُن پر جو ظلم و ستم ڈھایا اور آج کل ہم پشتون اس دن کو کربلائے پشتون کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور یقیناً اس سے بڑھ کر کیا ہوا۔ جناب اسپیکر ایک تو لوگوں کو شہید کیا گیا اور ساتھ ہی جو زخمی تھے ہسپتالوں پر پابندی لگا دیں گئی کہ ان کا علاج معالجہ نہیں کرنا ہے۔ یہ پاکستان کو بننے کے سال کو پورا ہونے میں دودن ابھی باقی ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوا جناب اسپیکر پھر یہ کہا گیا کہ یہ لاشیں آپ اُس وقت تک دفنا نہیں سکتے ہو جب تک کہ آپ کے سروں پر آپ کے سینوں پر جو گولیاں چلی ہیں جب تک آپ اُن گولیوں کی قیمت ادا نہیں کرتے ہو۔ ہم کہاں سے شروع کریں جناب اسپیکر؟۔ ابھی 30 جولائی سے لے کر، 30 جولائی کو چمن میں جس پرامن لوگوں پر وحشیانہ فائرنگ کی گئی ایک ساتھ کم و بیش 6 جنازے اُٹھائے گئے اور ساتھ ہی سینکڑوں زخمی کر دیے گئے۔ اور اسی تسلسل میں 2004ء میں جناب اسپیکر 31 جولائی کا دن تھا جب میرے والد صاحب کو گرفتار کیا گیا اُس کے رہائی کے لیے پرامن لوگ جب روڈوں پر نکل آئیں اُس دن بھی تین شہدا ہمیں دیے گئے۔ ساد اللہ، زین الدین اور شاسوار۔ اور پھر جب اگست کا مہینہ شروع ہو جاتا ہے جناب اسپیکر پھر 8 اگست میرے خیال میں پتہ نہیں دوستوں نے 9 اور 10 اگست کے سیشن میں اُس کے لیے کوئی دُعا بھی پڑھی ہے کوئی تقریر بھی کی ہے یا نہیں کی

ہے؟۔ یعنی 8 اگست کو جس وحشیانہ طریقے سے جس بربریت سے ہمیں اس صوبے کی، میں اگر یہ کہوں کہ ایک 35 سے 40 سال کی پڑھی لکھی فصل سے ہمیں محروم کیا گیا۔ اور وہ بھی ایسا واقعہ نہیں تھا جناب اسپیکر۔ جب ہم کھل کے بات نہیں کرتے ہیں میں تو کہتا ہوں کہ اگر ہمارے کچھ لوگ غلطی پر ہیں ہم اُس کو کم سے کم اُس غلطی کا تو احساس دلادیں۔ ایک دہشتگرد گروپ اتنا منظم ہوتا ہے جناب اسپیکر وہ ایک وکیل کو ٹارگٹ کرتا ہے، علوی نام تھا بٹ نام تھا مجھے یاد نہیں ہے۔ اُس کے جنازے پر اُس کی planning ہوتی ہے کہ ہم وکلاء کو، بچر ہوں چاہے جو بھی ہوں ہم ان کو برباد کر دیں ہم ان کو جنازے دیں۔ جب وہ نام ہو جاتے ہیں تو پھر بیسٹرامان اچکنی کا واقعہ آتا ہے جو اُس وقت لاء کالج کے پرنسپل ہوتے ہیں۔ جب وہاں پر بھی ان کو ناکامی ہوتی ہے پھر تیسری مرتبہ بلال کاسی کو شہید کیا جاتا ہے۔ یعنی ایک ایسا گروہ، ان کے درمیان تو ٹیلیفون ہوئے ہونگے، ان کے درمیان تو رابطے ہوئے ہونگے۔ ہماری ریاست کے وہ ادارے جو اپنے آپ کو دنیا کے three top agencies میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں۔ یہ معلومات ان کو کیسے مہیا نہیں ہو سکتے۔ میں تو خدا کی قسم جناب اسپیکر یہ فون پر، ابھی WhatsApp پر بھی ہم بات نہیں سکتے ہیں کہ خدا انخواستہ ہماری ریکارڈنگ ہو رہی ہے ہم سے ایسی بات نہ کہی جائے۔ ایک وہ دن پھر جناب اسپیکر آج 12 اگست کا دن ہے۔ آج 12 اگست کے دن کو ہم پورا پشتون، افغان ملت ’یوم پشتون کر بلا‘ کے نام سے یاد کرنے جارہے ہیں۔ اور ابھی اس کے بعد 23 اگست آ رہا ہے جناب اسپیکر اُس دن بھی 1990ء کو پشتون اسٹوڈنٹ فیڈریشن کے پرامن جلوس پر فائرنگ ہوتا ہے۔ اُس میں بھی ہمارے منظور کا کڑ، حمد اللہ کا کڑ اور وودو یوسفزئی شہید ہوتے ہیں۔ اگر ہم مظلومیت کے چوکاٹ کو اپنے قوم اور اُس سے تھوڑا آگے لے جا کے پھر 26 اگست کو یہاں پھر نواب اکبر خان گٹی شہادت کا دن ہے۔ ہم تو خود حیران ہیں کہ یہ ہم کیا کرنے جارہے ہیں۔ اور یہ سارے سارے واقعات سوائے ایک دو کے جس کو ہم bomb-blast کہہ سکتے ہیں۔ باقی سب فائرنگ کے واقعات ہیں باقی سب جو ہیں وہ پرامن جلسوں پر forces کے فائرنگ کے واقعات ہیں۔ اور پھر بھی ہمیں کہتے ہیں کہ نہیں، آپ کو سنبھل کے آپ کو بات کرنی چاہئے۔ کس طریقے سے ہم کر لیں۔ آج بھی ہم چمن میں پچھلے 10 دن سے 12 دن سے جناب اسپیکر آپ خود، خدا نہ کر اللہ نہ کرے میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ خدا انخواستہ آپ شہر میں یہ واقعات رونما ہو جائیں۔ آپ 5 منٹ کے لیے موسیٰ خیل آپ اپنے ذہن میں لا کے پھر یہ تصور کریں کہ 10 دن میں آپ کے شہر میں 10 سے 15 جنازے اٹھائے جائیں۔ اور ایک نہیں دو نہیں تین واقعات میں مسلسل اُن کا لوگوں کا گناہ کیا ہے اُس نے تصور کیا کیا ہے جناب اسپیکر میں تو آج ایک حوالے سے اپنے آپ کو بد قسمت کہوں یا خوش قسمت کہوں یہ تحریک التواء جب کوئی بھی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا یہ تو اپنی جگہ ہم نے ہر forum پر دروازہ کھٹکھٹایا ہے۔ ہم نے ہر جگہ بات کی

کہ خدارا یہ معاملہ ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ یہ معاملہ خدا نخواستہ بگڑنے کی طرف جا رہا ہے۔ کہیں سے بھی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی ہے جو بھی نام آپ کے ذہن اور تصور میں ہے اس صوبے میں وہاں تک ہم گئے۔ ہماری بات نہیں مانی گئی ہمیں کہا گیا کہ آپ سفارشات مرتب کر لیں۔ ہم نے سفارشات بنائے جناب اسپیکر اور وہ سفارشات ہم نے وزیر اعلیٰ صاحب سے share کئے۔ اُن سفارشات کو چیف سیکرٹری کی کمیٹی میں سب نے یہ کہا کہ یہ صحیح ہے۔ پھر بھی کہا گیا کہ نہیں اور واقعہ وہ ہوا۔ اور جب ہم اُس پر بات کرنا چاہ رہے تھے میں زیرے کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ حکومتی رکن کی حیثیت سے میرے تحریک التواء پر حکومت نے کہا کہ کورم کی نشاندہی کی۔ اور کورم توڑا۔ اور آج یہ خوش قسمت ہیں ان کی تحریک التواء پر حکومت بھی بیٹھی ہے۔ اُس کے بعد وہ جو فارسی کا پہلا محاورہ مجھے یاد نہیں ہے۔ ”کہ بعد از خرابی بسیار است“۔ پہلا والا کیا ہے۔ جب میں تحریک التواء لار ہاتھ نہ 30 جولائی کا واقعہ ہوا تھا، نہ کچھ اور ہوا تھا۔ کوئی بات کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ باقاعدہ پلاننگ ہو رہی تھی۔ ہم عبدالخالق کے پیچھے بھاگ رہے ہیں کہتے ہیں کہ نہیں یہ فیصلہ ہے۔ اور جس دن 14 تاریخ کو ہم نے table کیا تحریک التواء، پورا ایوان کھڑے ہو کے اُس نے ہاتھ کھڑے کیا۔ ایک نے کہا کہ اس میں پنجگور کا بارڈر شامل کر دیں۔ ایک نے کہا اس میں تفتان کا بارڈر شامل کر دیں۔ اور ہمارے جان جمالی صاحب نے یہاں تک کہا کہ اس میں ہمارے سمندری سرحدات شامل کریں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ محرک اس پر کیا کہتا ہے؟ ہم نے کہا ہم سارے ایک ہیں۔ ہمارے اس صوبے کے بلوچ، پشتون کے ایک ہی طرح کے مسائل ہے اگر کوئی اور بھی بارڈر رہتا ہے اُس کو بھی اس کا حصہ بنا دیں۔ اور جب 17 تاریخ کی تحریک التواء پر بات کرنے کا دن آتا ہے، پھر اس ایوان میں خدا نخواستہ باہر سے اعلان ہو جاتا ہے کہ ایوان میں کوئی خود کش گھس کر اندر آیا ہے۔ ایسے لوگوں کی۔ میں حیران ہوں۔ میں پھر بھی کہتا ہوں کہ یہ خوش قسمت ہیں۔ آج اس کی تحریک التواء پر ایک بم دھماکہ جس میں 6 سے 7 افراد شہید ہوتے ہیں۔ 20 سے 25 افراد زخمی ہوتے ہیں۔ اور وہ ایک بارڈر کا واقعہ ہے جس میں فائرنگ سے 4 سے 5 افراد شہید ہوتے ہیں۔ اس میں ایک خواتین بھی شامل ہے۔ اور اُس جنگ کے باوجود جو دونوں طرف جس طرح جنگ ہو جو اُس طرف بیس پچیس شہید ہوئے جو اس طرف واقعات ہوئے۔ اس کے بعد بھی آج حکومت ان کے ساتھ ہاں میں ہاں ہے اور اس کے تحریک التواء کو سن رہے ہیں۔ جبکہ ہم جو حکومت میں ہوتے ہوئے کوئی واقعہ بھی نہیں تھا۔ ہمارے تحریک التواء کو اس طرح سے سبوتاژ کیا جیسے خدا نخواستہ ہم کوئی انقلاب لار ہے تھے۔ اور پھر، میں کل بھی اپنی بہن کو داد دیتا ہوں شاہینہ کا کڑ کو جس نے کورم کی نشاندہی اور کورم کو توڑنے کے حوالے سے جب بات ہوئی تو وہ enter ہوئی اور اُس نے کورم کو پورا ہونے دیا۔ میں داد دیتا ہوں اور اُس کو اس بات کا احساس ہے۔ جناب اسپیکر! اس کا اپنا بھائی، اور اپنا چاچا زاد بھائی محبت خان اور

قاسم خان کچلاک کے واقعہ میں شہید ہوئے۔ جس دھرتی پر آگ چلتی احساس اُس کو ہوتا ہے۔ جس نے اللہ نہ کرے، میں کہتا ہوں کہ کسی سے کوئی اس طرح کا واقعہ نہ دیں جس طرح کے واقعات ہم نے personal دیکھے ہیں۔ جناب اسپیکر! چمن کا مسئلہ ہے کیا۔ بالفرض کریں اگر حکومت کا، سیاست منصوبہ یہ تھا کہ اس بارڈر کو ہم seal کریں گے۔ تو covid19 کے دو مارچ کے بعد سے اس کا alternate تو ڈھونڈنا چاہئے تھے۔ 30 سے 50 ہزار افراد بے روزگار ہونے جارہے ہیں جناب اسپیکر۔ دو دفعہ حکومتی کمیٹی لے کر گئے۔ ایک ایک سے ملے کر انہوں نے حال احوال پوچھا۔ یہ نہیں کسی نے کچھ اور کہہ رہا تھا سب کی ایک ہی رائے تھی سب نے یہ یک قلم جنبش بولتے ہیں یا کیا بولتے، یہ یک زبان ہو کے اپنے مسئلے اُن کے سامنے رکھے۔ 2 مارچ کے بعد جب SOPs میں جب نرمی آئی شروع ہو گئی ہوٹل کھولنے شروع ہو گئے ٹرانسپورٹ کھولنے شروع ہو گئے۔ تو چمن کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے آمدورفت کا کیا بنے گا؟۔ ہمارے business کا کیا بنے گا؟۔ کہا گیا کہ نہیں یہ نہیں ہو سکتا ہے۔ پھر ہم بیٹھے ہم نے کہا کہ یہ کاروبار آج کا نہیں ہے یہ partition سے پہلے کا کاروبار ہے اس ڈیورنڈ لائن پر ازمن ٹرائب ایک شق ہے۔ جس میں اُس وقت کے ڈیورنڈ لائن کے معاہدے میں لکھا گیا ہے کہ اس بارڈر کے معاملات دونوں طرف کے قبائل کے مشورے سے سلجھائے جائینگے۔ حکومت پیشک اُس میں on broad ہو۔ ہم نے لاکھ اُن کو کہا کہ خدارا یہ حالات بدتری کی طرف جارہے ہیں۔ یہ حالات خدا انخوستہ خون خرابہ کی طرف جارہے ہیں۔ کوئی بات سنی نہیں جارہی۔ کس نے کچھ بھی اس پر کان نہیں دھرا۔ کہ واقعی یہ کچھ ہے بھی کہ نہیں ہے۔ دو تین واقعات ہوئے جس طرح میں نے کہا جناب اسپیکر! یہ بارڈر کی تاریخ آج کی نہیں ہے کہ یہ اصغر کی demand ہے۔ یا یہ ANP کی demand ہے۔ جناب اسپیکر! یہ partition سے پہلے کا بارڈر تھا یہی ان کا کاروبار تھا وہاں industry نہیں ہے وہاں پر agriculture نہیں ہے۔ وہاں پر کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر میں نے اُن کو تجویز دی میں نے کہا آپ gradually slowly ایک بات میں نے کہی ہے یہ بات میں نے ہر forum پر کہی ہے کہ یار یہ سلسلہ کل اگر خرگوش کی رفتار سے چل رہا تھا تو اب چوٹی کی رفتار سے شروع کروادیں۔ کم از کم ایک سلسلہ کو تو شروع ہونے دیں۔ پھر اس میں پیشک جو بھی alternate ڈھونڈتے ہو، اُس alternate کو سامنے لا کے اس کے حل نکال دیں۔ ہمارے ساتھ بڑے commitment ہوئے بڑے high forum پر ہوئے۔ district کی بات ہوئی لیویز کی نوکریوں کی بات ہوئی۔ ہم نے کہا کوئی نہ کوئی طریقہ ڈھونڈ لائے اس وقت ہزار meetings کے باوجود ground reality یہ ہے کہ۔ جناب اسپیکر آج اگر میں یہ کہوں کہ ایک legal ایک قانونی کاروبار کو اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ ہم نے لوگوں پر احسان کیا ہے یہ کوئی احسان نہیں ہے۔ یہ legal کاروبار تو واہگہ پر بھی چل رہا ہے یہ

system تو آپ نے تھر پار کر پرسکون کے لیے پتہ نہیں کتنے ارب کی investment کی پھر آنا جانا شروع کر دیا۔ خدا گواہ جناب اسپیکر جس کو دشمن سمجھتے ہیں اُس کے ساتھ جو رویہ ہے اُس سے بدتر رویہ اس طرف ہے۔ ہم تو اپنے لوگ ہے یعنی بل فرض کریں میں پھر کس forum پر بات کروں۔ مجھے جب کہا جاتا ہے اسمبلی کی Floor بند۔ اس forum پر آپ نے بات نہیں کرنی ہیں آپ نے اس طرح کی کوئی چیز سامنے نہیں لانی ہے۔ تو پھر میں کہا جاؤں؟۔ نجی مجلسوں میں چیف سیکرٹری سے لیکر جو دوسرے stakeholder ہیں ایک ایک سے بات کرنے کے باوجود آج ہم اُس پہلے position پر ایک ایک کر کے جا رہے ہیں۔ لیکن درمیان میں جو سُرکئی شہید ہوا جو عمران شہید ہوا جو نقیب شہید ہوا جو ہماری بہن شہید ہوئی یا جو اُس طرف شہداء ہوئے۔ اُس گھر کے حالت کا تو ہمیں کوئی احساس ہی نہیں ہے اُس کے گھروں پر کیا گزر رہی ہے یا جو اس کے نتائج میں۔ میں پھر کہتا ہوں یہ بہت بڑی سازش ہے جو پرسوں دھماکہ ہوا ہے۔ یہ جواز دینے کی کوشش ہے کہ چونکہ ہم نے ایک دن بارڈر کھولا تو اگلے دن دھماکہ شروع ہوئے۔ کس لئے ہوا یہ دھماکہ؟۔ یعنی یہ دوسری بات میرے ذہن میں نہیں آرہی ہے ہمیں تو کہا جاتا ہے کہ تم غدار ہو۔ تم کسی اور کے ایجنٹ ہو۔ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے یعنی اگر دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے جناب اسپیکر تو جس کے ہم ایجنٹ تھے وہ ہمیں کیوں مار رہا ہے۔ ہم تو ایک طرح سے اُس کے دوست سمجھے جاتے ہیں۔ یعنی یہ وار ہم پر کیوں ہو رہی ہے۔ ہم نے 8 اگست کی برسی ماننے کی بات کی ہمیں کہا گیا نہیں آپ نہیں مانا سکتے ہوں۔ دہشتگردی کا خطرہ ہے اور ہمیں دیکھیں گے 14 تاریخ کو پورا پاکستان نکلے گا۔ چمن سے کوئی پٹا خانہ بھی پھٹے گا اور اللہ نہ کرے پھٹے بھی۔ یہ دو ہر معیار کب تک چلے گا جناب اسپیکر؟۔ ہم اس ملک کے شہری ہے اس دھرتی سے تعلق رکھنے والے چاہے بلوچ ہیں پشتون ہیں ہمارے لیے روزگار کی کوئی strategy بنالیں۔ میں نے نشاء کی تقریر سنی سوشل میڈیا پر CPEC سے ہمیں وہ جو کہتے ہیں مکھن سے بال کی طرح نکل دیا گیا ہے۔ مجھے بتادیں ہم نے احسن اقبال کو اُس کے منہ پر کہا میں نے کہا احسن اقبال آپ مجھے ایک اینٹ اس ثوب سے اُس گوادرتک سوائے گوادرتک کے آپ دکھادیں کہ یہ ہم CPEC سے خرچ کر رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں اُس وقت وزیراعظم نے آکے ثوب میں پورے قوم کو دھوکہ دیا کہ ہم CPEC project کی افتتاح کرنے جا رہے ہیں۔ CPEC سے ہمیں آج تک کیا ملا ہے جناب اسپیکر؟۔ بلوچ وطن وسائل سے بھرا پڑا ہے لیکن وہ بغیر چپل کے بغیر کپڑوں کے گھومتے پھر رہے ہیں۔ اُن کے لئے نہ اسکول کے بندوبست ہے نہ ہسپتال کا بندوبست ہے کوئی اُس کے لیے نہیں ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں ایسے بارڈر پر ہوں اگر یہ بارڈر آج کسی اور کے پاس ہوتا تو پاکستان تو کیا یہ پورا خطہ اس کو اپنے استعمال میں لیتا۔ اور ایک دوسری بات میں کہوں جناب اسپیکر ہم نے ہر forum پر یہ بات کی ہے کہ بابا تمہاری ایسی کون سی

industry ہے جس کی مانگ جاپان میں ہے جس کی مانگ یورپ میں ہے جس کی مانگ امریکہ میں ہے۔ ہمارا تو یہ کاغذ بھی لینے کے لیے تیار نہیں۔ ایک افغانستان ہے جس پر ہماری یہ کاغذ کی حد تک بھی ہم industry ہم چلا سکتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ہم تجارت کو ہم کیوں فروغ دیتے یہ کب تک ہم اُس کو دشمن کی نگاہ سے دیکھتے رہیں گے؟ اور ابھی تو شکر الحمد للہ وہ جو ادھر سے کوشش ہو رہی تھی افغان حکومت اور طالبان کے درمیان سارا سب کچھ تو طے ہو گیا ہے۔ جو بھی سوال جس بھی خدشہ جس کے ذہن میں بھی تھا وہ بھی تو مکمل ہونے جا رہا ہے۔ میں اُس کو داد دیتا ہوں کہ اتنے بڑے غم اور برداشت اور نکالیف کے بعد انہوں نے لوئے جگہ منعقد کر کے اور کہا کہ جو بھی اس کو رہائی دیں۔ اس کے بعد پھر کیا مسئلہ ہے پھر تو ہمارا یہ بارڈر پر امن ہونا چاہئے۔ اس بارڈر پر بھیک مانگ کر کے صلح کی کوشش ہو رہی ہے۔ اور اس بارڈر کو جان بوجھ کے سپوتاڑ کیا جا رہا ہے۔ کیا کشمیر ہم اس طرح سے حصہ کر سکتے ہیں کہ ہم شاہراہ کشمیر کا نام سرینگر رکھ دیں۔ اور یہاں پاکستان کے نقشے میں کشمیر کو شامل کر دیں۔ ابھی تو بچہ بھی سوال اٹھا لیتا ہے کہ نقشے میں کشمیر پاکستان کا ہے اور 9 لاکھ فوج جو ہے وہ انڈیا کا پڑا ہوا ہے۔ یہ کوئی طریقہ ہے؟۔ یہ کیسے بچوں والی ذہنیت ہے؟۔ پھر تو لاؤ فائنل کر دو ایک یا دو یا تین کر دو یا اُس پار یا اس پار۔ لیکن جناب اسپیکر ہم لوگ جائیں کہاں؟۔ جب بات آپ کی مطلب میں آج بھی ہاتھ جوڑ کے کہتا ہوں۔ میں alternate دیدوں اس روزگار کا جس سے 40 سے 50 ہزار لوگ اور population وابستہ ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ اس سے کراچی سے لیکر آپ کا پورا ٹرانسپورٹ وابستہ ہے۔ آپ کا دہی تک ایک chain بنا ہوا ہے جس میں پورے بلوچ، پشتون اس بارڈر سے ایک نہ ایک طریقے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کاروبار سے اور اس تجارت سے ان سب پر آپ دروازے آپ بند کر رہے ہوں۔ اور ہم نے ایسی کون سی بات کی تھی جناب اسپیکر 10 کے 10 نکات ہم نے دیئے تھے۔ جس میں پر ہمارے چار معزز اراکین نے دستخط بھی کئے تھے کہ یہ بالکل حقیقت ہے دو معزز ممبران نے اُس ایک حد تک کہا کہ نہیں اس پر ہمارے تحفظات ہیں۔ ہم نے کہا بالکل آپ اپنے تحفظات رکھیں ہم اس کو نکال بھی دیں گے ایک ایک point جناب اسپیکر میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں میں پھر اس House سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس پر ہمارے پاس ابھی کون سی خدانخواستہ اس میں ایسی کون سی مشکل تھی۔ کہ جس کی وجہ سے اس کو مانی نہیں گئی۔ پہلا نکتہ ہمارا یہ تھا جناب اسپیکر کہ ہمارے وہ لوگ جو تجارت کے غرض سے آتے جاتے ہیں۔ جناب اسپیکر ایک چیز میں آپ کے نوٹس میں لے آؤں۔ ویش بارڈر منڈی کی 95% property اور business جو ہے وہ چمن کے لوگوں کی ملکیت ہے۔ اور وہ روزانہ کے حساب سے 17 سے بیس پچیس ہزار صبح کو جاتے ہیں اور ایک شیڈول کے مطابق 5 بجے کے بعد اس طرف آتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ یہ لوگ تو نہ تو کچھ لے جا رہے ہیں نہ ان لوگوں نے کچھ لے جانا ہیں۔ اس

کے اُس طرف کی property کا آپ کیا کرو گے۔ یہاں تک کہ ہمارے منتخب نمائندوں کے سابقہ اور موجودہ وہاں سے اُن کو لاکھوں روپے کرایہ مل رہا ہے۔ میں نے ایک MNA کو کہا میں نے کہا میں آپ سے محترم پوچھنا چاہتا ہوں آپ مجھے بتادیں آپ کا اُس طرف کتنا کاروبار ہے؟۔ کہتا ہے کروڑوں میں۔ میں نے کہا نہیں کروڑوں نہیں اربوں میں ہیں۔ آپ اس سے دستبردار ہو سکتے ہیں؟۔ اُس نے کہا نہیں۔ میں کس کس کی مثال جناب اسپیکر آپ کے سامنے رکھ دوں۔ ہم نے کہا کہ اس کے لیے ایک mechanism بنالوں ایک طریقہ کار بنالوں تاکہ یہ آمدورفت جو ہے نہ کوئی کچھ لے جا رہا ہے نہ کوئی چیز لا رہا ہے۔ کم از کم اُس mechanism کے تحت اس کے آنے جانے پر پابندی ختم ہو جائے۔ ہم نے کہا جناب اسپیکر یہ جو legal trade ہے جس کو آج انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے شروع کر دیا ہے۔ یعنی جناب اسپیکر یہ دنیا کے کسی بھی بارڈر پر اس طرح کا رویہ نہیں ہے۔ ہزار container آ کے کھڑے ہو جاتے ہیں اُس کی custom duty ادا کی جاتی ہے اُس کا revenue کے حساب سے جو بھی طریقہ کار اور system ہے وہ سارا سب کچھ جب فارغ ہو کے اُس پر عملدرآمد ہو کے پھر اُن کو کہتا ہے کہ نہیں آپ 30 سے 25 کنٹینرز لے جاسکتے ہیں۔ ابھی اُس کے اوپر detention آنا شروع ہو جاتا ہے اور ڈیرتیج آنا شروع ہو جاتا ہے۔ ہم نے اُس کو کہا کہ آپ نے اُس کو کیوں روکا ہے؟۔ یہ جو legal trade ہے کم از کم اس میں تو کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہونی چاہئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہمارے وہ جو trailer drivers ہیں جناب اسپیکر جو افغانستان کے custom تک یہاں کے مال کو لے جاتے ہیں۔ کہا گیا کہ یہ driver صاحب نہیں جاسکتے۔ ہمارے drivers نے ہمارے جو ٹرک مالکان تھے انہوں نے demand کیا کہ کم از کم ہمیں لے جانا چاہئے اور واپسی پر اکثر و بیشتر ہمارے جو اُس طرف کے driver ہوتے ہیں۔ اُنکی انارٹی پن کی وجہ سے اُن کی غلط driving کی وجہ سے کسی کی engine cease ہو جاتی ہے کسی کی carrier خراب ہو جاتا ہے کسی میں کوئی اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ کم از کم ہمیں اپنے ٹرکوں کے ساتھ اُس طرف آنے جانے کی اجازت اور یہ اجازت طورخم پر ہے چمن میں نہیں ہے۔ ہم نے کہا جناب اسپیکر کہ ہمارے وہ محنت کش بھائی جن کا صرف اور صرف گزارہ اس ہزار 5 سو daily wages پر ہیں۔ یہ سسٹم ہم نے نہیں دیا تھا بلکہ یہ ریاست نے دیا تھا۔ یہ حکومت نے دیا تھا۔ کچھلی حکومت میں جب fencing کی بات ہوئی جب تار لگانا شروع کیا تو انہیں لوگوں کو حکومت اور ریاست نے اکٹھے کر کے بلکہ written میں اُنکے ساتھ کہا گیا کہ ہم آپ کو راستے دیں گے اور آپ اس سے اپنا کاروبار شروع کر دیں۔ تین، چار سال ہو کے اُس کے بعد ابھی کہتے ہیں کہ آپ نہیں جاسکتے ہیں۔ ابھی اُن کے لئے alternate کیا ہے۔ اگر وہ نہیں جاسکتے ہیں تو پھر اُن کے لئے کوئی alternate کا بندوبست

ہو۔ حکومت نے خود لکھا ہے جناب اسپیکر کہ اس ڈیورنڈ لائن پر جہاں تک بھی تاریخ چھائی جا رہی ہے ہم ہر پانچ یا دس کلومیٹر پر ایک دروازہ دیں گے۔ اُس دروازے سے مقامی افراد جو ہیں چاہے وہ نوشکی ہے چاہے وہ چاغی ہے چاہے وہ اس طرف پشتون بیلٹ ہے وہ اس دروازے کو استعمال میں لاتے ہوئی دونوں طرف کی رشتہ داریاں بھی اسی سے نبھائیں گے اور ساتھ ہی زمینداری ہوگی اور مال مویشی ہوگی۔ وہ بھی اسی راستے سے وہ پورے کرتے جائیں گے۔ وہ دروازے بند ہیں۔ تو ہم نے کہا کہ یار اُس پر خدا نخواستہ یہ ہم نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ خدا نخواستہ اگر کوئی چیونٹی بھی دانہ اٹھا کر آرہی ہو تو scanners کے ذریعے سے اُس کی معلومات کر لیں کہ اس کے منہ میں زیرہ ہے یا خدا نخواستہ کوئی بارود ہے۔ آپ مکمل Covid-19 کے SOP's کو اپناتے ہوئے۔ لیکن یہ ظلم نہیں کریں۔ بالفرض یہ جو ہزاروں کی تعداد میں یہ لوگ ہیں۔ ہم نے نہیں بدکھا بلوچ بیلٹ کی طرف دیکھا کہ ہمارے جوان کیوں کسی اور کے ہاتھوں چڑھ گئے؟۔ جس کا رات کے کھانا پروٹی پر اُس کا بندوبست نہیں ہو پارہا تھا اور جب اُس کو کسی نے ڈالرز میں کسی نے ہزاروں کی تعداد میں ڈالزل جائیں تو وہ تو جائیں گے۔ اور یہ on the record ہمارے انٹیلی جنس اداروں کی رپورٹس ہیں کہ ہم نے جتنے بھی IDP's کو پکڑا ہے اُن جوانوں کو پکڑا تو ہم نے اُن سے پوچھا ہے کہ یہ کام آپ کیوں کرتے ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا گزارہ نہیں ہو رہا تھا۔ ہمیں پچیس تیس ہزار ہیمنٹ ہو رہی ہے اور ہم یہ کام کر رہے ہیں۔ جبکہ ایک طرف کوئی دن میں کوئی ہزار یا بارہ سو کما رہا ہے اور مہینے کا تیس، چالیس ہزار کما رہے ہیں تو آپ کیوں اُس کا دروازہ بند کرتے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی سازش اور کوشش ہوگی کہ ان جوانوں کو اُن لوگوں کے ہاتھوں میں چڑھا دیں جو آج اگر وہ ہزار روپے پاکستانی کرنسی میں کما رہے ہیں تو خدا نخواستہ وہ ہزار پانچ سو ڈالرز میں کوئی اُس کو دینا شروع کر دیں۔ تو پھر کیا صورت حال بنے گی۔ ہم نے اُن سے request کی ہم نے کہا کہ خدا را ہمارے یہ معاملات ہیں ہمارے یہ مشکلات ہیں۔ آپ مد نظر رکھ کر فیصلے کریں۔ آپ یہ نہ کریں کہ دروازے بھی بند ہوں اور اوپر سے گولیاں بھی برسارہے ہیں۔ یہ نفرتوں کے بیج جتنے آپ بوتے جائیں گے اتنی ہی نفرتیں بڑھتی جائیں گی۔ اتنے ہی gaps آئیں گے۔ آج تک یہ قوم 12 اگست 1948ء کے سانحہ کو یہ قوم بھول نہیں پائی ہے۔ آج تک میں کیا کہوں کہ یہ قوم 08 اگست کے واقعے کو بھول نہیں پائیں گے۔ کیا یہ قوم نواب اکبر خان بگٹی کے واقعے کو بھول پائیں گی؟۔ کیا یہ قوم شہدائے 23 اگست کو یہ ہمارے کچلاک کے شہداء کو یا اس سے پہلے نگر اور ہدی خیل کے شہداء کو بھول پائیں گے؟۔ میں تو کہتا ہوں کہ میں ہزار بار کوشش کروں میں اپنے نفس پر اپنے غیرت پر میں اپنی ضمیر پر ہاتھ رکھوں۔ میرے سامنے تو میرے والد اور بھائی کا خون پڑا ہوا ہے، میں کیسے اس سے آگے جاؤں؟۔ لیکن پھر بھی نہ کوئی شرافت کی بات مانتا ہے، نہ صلاح و مشورے کی بات کوئی مانتا ہے۔ وہی فارسی والا

محاورہ ہے۔ کہ بعد از خرابی نے بسیار آست۔ کہ جب سب کچھ پانی سر سے اوپر چلا جائے تو پھر آ کے کہتے ہیں کہ ہم یہ کریں گے۔ ابھی ابھی میں کہتا ہوں کہ خدا را ابھی بھی کچھ کر لیں۔ یہ فائرنگ، یہ واقعات، ایہ موجودہ خاموشی یہ لوگوں کی خدا نخواستہ کمزوری نہیں سمجھی جائے۔ کل یہ لوگ خدا نخواستہ اگر دوبارہ اکٹھے ہو کے بیٹھ گئے کسی جگہ پر۔ ہم نے اُس دن دیکھ لیا جناب اسپیکر ہمارے وزراء صاحبان تشریف فرما تھے ہم ڈی سی آفس میں بیٹھے ہیں ڈی پی اوفون کرتا ہے کہ احتجاجی لوگ اُس چوک تک پہنچ گئے ہیں۔ کھلبلی مچ رہی ہوتی ہے ڈی سی کہتا ہے کہ مظاہرین اُس چوک سے اس چوک تک پہنچ گئے ہیں۔ ایک ایک کی خدا کی قسم جسم میں خون خشک ہو رہی تھی۔ منت کر کے پارٹی کے دوستوں سے دوسروں سے تیسروں سے کہ خدا روک دو انکو۔ اور پھر کہا گیا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ لوگوں نے یہ نہیں کہا کہ یہ فائرنگ ہوئی کیوں۔ جناب اسپیکر! عید سے تین دن پہلے چن کے بزرگوں کو بلایا گیا اور کہا گیا کہ آج دو گھنٹے کے لئے بارڈر کھلا ہے اور کل پرسوں پورا دن بارڈر کھلا رہے گا۔ وہ لوگ جو پاکستان میں اسلام آباد سے کراچی تک پھیلے ہوئے تھے افغانی بھائی۔ وہ بھی آ کے بارڈر پر رک گئے اور وہ لوگ جو کابل سے ہرات سے لیکر قندھار تک اُس وقت ہمارے پاکستانی وہاں بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی وہاں پر آ کر دروازے پر رک گئے۔ آپ کو تو چھوڑ دینا چاہیے تھا۔ ایسی انکوائری ہونی چاہئے کہ سب سے پہلا قدم یہاں سے شروع ہونا چاہئے کہ یہ حکم کس نے دیا کہ نہیں ہم بارڈر کا دروازہ نہیں کھولیں گے۔ وہاں آسمان تلے بچے مر رہے تھے۔ تو جب اگر میرے سامنے میری موجودگی میں میرے سامنے اس طرح کی کوئی ظلم اور ستم 43 C میں گرمی میں کوئی یہ واقعہ ہو جائے تو کیا میں گھر بیٹھوں تماشا دیکھوں؟۔ کسی کو تو ان کے پاس جانا ہوگا۔ فائرنگ ہوتی ہے یہ سارا واقعہ ہوتا ہے۔ پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ ہماری املاک کو نقصان ہوا ہے۔ اور یہ بھی میں آپ کو بتا دوں دنیا جہاں کی کرپشن اُس کر نطینہ سینٹر میں ہوئی تھی۔ دنیا جہاں کی۔ کروڑوں روپے خرچ ہوئے جناب اسپیکر۔ کروڑوں روپے وہ اینٹ اور وہ چادر جب لوگوں کے ہتھے چڑھ گئے تو یہاں سے بیانات شروع ہو گئے۔ شہداء کی پرواہ نہیں ہے اُس جرم کی پرواہ نہیں ہے جس نے دروازے کو بند رکھا۔ یہ بہت بڑا جرم ہے کہ لوٹ مار ہوئی ہے۔ میں اس فلور پر کہتا ہوں کہ یہ سیاسی بات خدا گواہ ہے میں کہتا ہوں۔ میرے والد صاحب کی چمن شہر کے اندر ایک کوٹھی ہے جس کی قیمت دس کے لگ بھگ دس کروڑ کی تو ہے۔ جو مجھے وراثت میں بھی ملی ہے۔ میں اس کو نیلام کروں گا اس سے حکومت اپنے پیسے مکمل کر لیں لیکن اُن شہداء کے خون کا حساب دے دیں۔ کم از کم یہ سودا اگر گھائے کا ہے یہ سودا اگر نقصان کا ہے اس کے لئے ہم تیار ہیں۔ جناب اسپیکر پھر بھی کہتے ہیں کہ رحم کریں، خدا کے لیے ہوش سے کام لیں۔ ان تمام تر واقعات کے پس پردہ محرکات کو سامنے لا کر جو بھی جس پوزیشن پر ہے جس قوت میں ہے۔ اس کو کٹھنرے میں کھڑا کیا جائے۔ یہ کیوں ہوا یہ کس کی غلطی ہوئی۔ چھ

مہینے سے alternatexh کا بندوبست کیوں نہیں ہو رہا تھا۔ اور کوئی دوسرا بزنس وہاں پر کسی کا تھا بھی نہیں۔ اتنی بڑی غلطیاں ہوئی ہیں۔ ابھی بھی میں ضیاء جان سے کہتا ہوں انکی ٹیم سے کہتا ہوں کہ خدارا ابھی بھی بہت ساری چیزیں ہو سکتی ہیں۔ لوگ آپ کے ساتھ کوئی نہ آ کے ادھر جا کے لوگ آپ سے مل رہے ہیں۔ بیٹھ رہے ہیں۔ نہ خدانخواستہ دھماکوں کی پرواہ کر رہے ہیں نہ خدانخواستہ ان لاشوں کی پرواہ کر رہے ہیں۔ یقیناً غم منار ہے ہیں لیکن پھر بھی اس خواہش پر، پھر بھی بیٹھے ہیں اس کوشش میں کہ ہمارے مسئلے حل ہو جائیں۔ ان کے مسئلے حل کروادیں۔ یہ مسئلے اصغر کے نہیں ہیں۔ یہ مسئلے عوامی نیشنل پارٹی کے نہیں ہیں۔ یہ پورے اولس کے ہیں۔ اگر عوامی نیشنل پارٹی وہاں پر ایک stake holder ہوگی تھوڑی بہت۔ وہاں پر بہت بڑے بڑے stakeholders ہیں۔ دوسری بات یہ ہے ہم ایک ایسے بارڈر پر ہیں کہ جہاں پر ہمیں اپنے ہمسائے کے ساتھ بہترین تعلقات استوار کرنے کی طرف جانا چاہیے۔ وہ اپنی جگہ لیکن اس جنگ کا جس سے یہ واقعہ ہوا تھا اس کا ذمہ دار کون ہے؟

جناب ڈپٹی اسپیکر: اچکزی صاحب تھوڑا مختصر کر لیں۔

جناب اصغر خان اچکزی: مختصر پھر میں یہی کہتا ہوں کہ خدارا! حکومت ہو اسکے یا ریاست ہو۔ ان معاملات کو سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ جتنی جلدی سے اقدامات اٹھائے جاسکتے ہیں خدارا اقدامات اٹھالیں۔ چاہہ وہ ان کے معاشی مسائل ہوں یا انتظامی مسائل ہوں یا روزگار کے مسائل ہوں ان سب پر توجہ دیں۔ خدانخواستہ اس پر امن belt کو، اس belt کی طرف نہیں کرنا چاہیے۔ بڑی مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ اچکزی صاحب۔ جی میر ضیاء لاگو صاحب۔

میر ضیاء اللہ لاگو (وزیر محکمہ داخلہ و قبائلی امور): اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جناب اسپیکر، تحریک بھی بہت اہمیت کی حامل ہے، اصغر خان صاحب نے بہت تفصیل سے بات بھی کی ہے۔ پہلے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان اور ہندوستان کی۔ اور پاکستان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ افغانستان ہمارا برادر ملک ہے جس کے ساتھ ہمارے رشتے ہیں جبکہ ہندوستان ہمارا دشمن ملک رہا ہے۔ لیکن حالات بدلتے رہتے ہیں۔ آج کل بد قسمتی سے افغانستان میں ایسے حالات بنے ہوئے ہیں جہاں سے پاکستان کے لیے اچھی خبریں نہیں آتی ہیں۔ تو جناب یہ بارڈر کا مسئلہ ہوا تو حکومت نے اس کو انتہائی سنجیدگی سے اسکو لیا۔ ایک کمیٹی بنائی، کمیٹی میں سارے دوست تھے۔ کمیٹی کا مقصد یہ تھا سارے معاملے کو جس کی وجہ سے بارڈر بند کیا گیا ہے اس معاملے کو اور جو اس سے پریشان ہیں سب کے معاملے کو پوچھ کر address کیا جائے۔ حکومت کا فرض بھی یہی ہے تو ہم وہاں گئے پورا دن ہم نے وہاں گزارا۔ اصغر خان صاحب بھی تھے وہاں ہم تمام لوگوں سے ملے، تو ہم سب سے پہلے بحیثیت وزیر داخلہ مجھے

سیکیورٹی کے معاملات کا علم تھا دوستوں کو ان معاملات پر نہ کوئی briefing دی گئی تھی نہ ہی اُن کو کوئی معلومات تھیں۔ تو ہم وزیر اعلیٰ صاحب سے ملے۔ اُنھوں نے ہدایت دی کہ آپ اپنے سارے معاملات کو جن سے آپ اُدھر بھی ملے ہیں اُدھر بھی ملیں اور ایک draft کی صورت میں مجھے دی جائیں میں یہ سفارشات آگے بھیجوں گا۔ اگلے دن چیف سیکرٹری صاحب کے آفس میں میری سربراہی میں کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ جس میں اصغر خان صاحب بھی آئے تھے۔ ابھی ایک کمیٹی کا چیئر مین ہے جس کے چار پانچ ممبرز ہیں اس ہاؤس کے ایک سنٹر ہے۔ ہونا تو یہ تھا کہ کمیٹی کے تمام ممبران کی مشاورت سے وہ draft تیار ہوتا۔ لیکن اصغر خان صاحب ایک draft لے آئے اور ہم سب کے ہاتھ میں تھا دیا کہ ممبران سے کہا کہ اس پر آپ sign کر دیں۔ مجھے کچھ سیکیورٹی معاملات کا معلوم تھا۔ میرے دوستوں کو سیکیورٹی معاملات کا اُس ٹائم تک briefing نہیں تھی۔ اگر اُس کے بارے میں اس House کو چاہئے آپ دلوادیں اور بریفنگ ہو۔ تو میں نے کہا کہ اس پر ہمارے باقی پوائنٹس جو ہمیں کرنے ہیں جو ہمارے لوگوں کا حق ہے اُن وہ تو ضرور ہم اس سب سے agree کرتے ہیں ایک ایک دو نقاط ایسے ہیں جن پر ہم بیٹھ کر مزید تفصیل سے تکلہ ان پر ہم consensus پیدا کریں۔ تو میں نے sign نہیں کیے۔ اور میرے دوست بھی گواہ ہیں۔ کہ جب انہوں نے sign کیا تو پھر ہم اصغر خان صاحب کے آفس جا کر کے بیٹھے۔ تو اُنھوں نے جب سیکیورٹی اداروں کی باتیں میری زبانی سنیں تو انہوں نے بھی مجھ سے agree کیا کہ اُن کی باتیں بھی ہمیں سنی چاہیے۔ تو جس طرح اصغر خان یہاں جذباتی ہو گئے۔ وہ اسی جذباتی پن کا مظاہرہ کمیٹی میں کیا۔ اور ہر بات پر۔ ہم نے کمیٹی کا کام تھا کہ جو ہمارے حکومت کے مسئلے ہیں جو سیکیورٹی فورسز کے مسئلے ہیں اور جو ہمارے لوگوں کے مسئلے ہیں ان کو ہمیں کچھ اسکو آگے لانا ہیں کچھ اُن کو تاکہ ہمیں ہم اُس تک پہنچ جائیں۔ تو اُس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ واقعہ پیش آیا تو پھر زمرک صاحب بھی اس کمیٹی کے ممبر بنائے گئے، سینئر ممبر تھے ہم سب گئے۔ ہمارے سامنے تین چار demands رکھی گئیں لوگوں کی طرف سے۔ جس میں محنت کش اتحاد ہے چیئرمین آف کامرس ہے پولیٹیکل پارٹیز ہیں۔ سب تھے۔ تو ہم نے اُن کی باتیں سنیں۔ اُس کے بعد فوراً سیکیورٹی اداروں کا بھی اجلاس بلایا۔ اُن کے ہم نے consensus سے ایک تین نکاتی اُن کے demand کو ہم نے مان لیا۔ جس میں اُن کی compensation کا مسئلہ تھا، انکوائری کمیشن کا مسئلہ تھا۔ جو لوگ شہید ہو گئے تھے اُن کی compensation کا تھا جو ابھی process بھی ہو چکا ہے۔ اُس کا ایک طریقہ کار ہوتا ہے۔ تو ہوم منسٹر صاحب فوراً نہیں کر سکتا ہے۔ اُس کو جو compensation کا ہوتا ہے وہ ڈی سے relate ہوتا ہے اُدھر سے initiate ہو کر کے ہوم سیکرٹری سے ہو کر کے چلا جاتا ہے۔ تو یہ سب چیزیں ہم نے کی تھی۔ اُس کے بعد یہاں ہم

نے آنا تھا۔ اور اُن کو ہم نے یہاں بلانا تھا کہ ہم آپ کو یہاں بلائیں گے اور باقی جو آپ کے مسئلے رہ گئے ہیں اور آپ کے اور حکومت کے درمیان جو فاصلہ ہے اُس کو ہم مزید کم کریں گے۔ تو ہم نے ان کو عید کے فوراً بعد کا ٹائم دیا تھا ہم نے press conference بھی کی ہم سب نے agree کیا۔ اُس میں زیرے صاحب کی پارٹی بھی تھی۔ اُس کے بعد ہم سیلاب کی وجہ سے تھوڑا پھنس گئے۔ تو کل پھر ہم نے ان سارے stakeholders کی meeting کی ہے۔ وہاں ہم چار پانچ گھنٹے بیٹھے ہیں۔ ہم ایک بہت اچھی اُنکے تجاویز اُٹھا کر ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس گئے ہیں۔ ہم نے security forces کے ساتھ meeting کی ہے ایمر جنسی بنیاد پر۔ اور زمرک صاحب ہمارے ساتھ ایک senior member ہوئے۔ تو ہم انشاء اللہ بہت ہی قریب پہنچ گئے ہیں، انشاء اللہ یہ مسئلہ دو چار دنوں میں ایسے طریقے سے حل ہوگا جو سب اسٹیک ہولڈرز کے لئے قابل قبول ہوگا۔ تو میں پھر اس House کی طرف سے بھی اپنے تمام کمیٹی کے دوستوں کا اصغر خان، زمرک صاحب، نور محمد دمڑ صاحب، مبین خلجی صاحبگ، منظور کا کڑ صاحب، سیکوریٹی فورسز، وہاں کے اسٹیک ہولڈرز اور تمام پولیٹیکل پارٹیز سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ سب نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے اور اُن کی تعاون سے یہ مسئلہ انشاء اللہ حل ہو جائے گا۔ اور عبدالحق ہزارہ صاحب جو ایک اہم ہی کمیٹی کے رکن ہیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ لاکو صاحب۔ جی مبین خان خلجی۔

جناب محمد مبین خان خلجی: شکریہ، جناب اسپیکر صاحب آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے مجھے فلور دیا۔ مجھے کچھ چیزوں پر بڑا افسوس ہوا اور کچھ ہمارے سیاسی پارٹی کے لوگ اور معزز رکن اُس دن ہم نماز پڑھ رہے تھے اُسکے بعد جو انہوں نے speech کی اور اُس speech میں انہوں نے پائیوں کا نام لیا کہ وہ بھاگ گئے۔ وہ خود ایک سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ کردار کشی کی۔ میں اللہ کو حاضر حاضر جان کے بولتا ہوں جو کسی کے قتل پر، خون پر خوش ہوتا ہے بلاسٹ پر خوش ہوتا ہے تو اللہ اُس کو غرق کرے۔ ہم نہ بھاگنے والے ہیں۔ نہ بھاگیں گے۔ آج عوام نے ہمیں اس لئے نہیں یہاں نہیں بھیجا کہ ہمیں کسی کی سرٹیفیکیٹ چاہئے کہ آپ کی سرٹیفیکیٹ کی ضرورت ہمیں پڑے۔ پشتونوں کے ساتھ اور بھی بہت ناجائز ہوا ہے۔ 08 اگست کو ہوا۔ مستونگ کا واقعہ ہوا۔ یہی پچھلی گورنمنٹیں تھیں کیا کیا گیا۔ ہم نے تو کمیٹی بنائی۔ ہم نے ادھر جا کر کے مذاکرات کئے اور خدا شاہد ہے کہ اس نیت سے نہیں گئے تھے کہ اُن کے ساتھ دھوکہ کریں گے۔ میں اللہ کو حاضر حاضر جان کے بولتا ہوں۔ ہم نے ادھر چیمر آف کامرس والوں سے ملاقات کی ہم نے ادھر محنت کش والے ہیں ان سے مذاکرات کیے اور اس کے بعد جناب اسپیکر صاحب وہاں کے معزز چمن کے لوگ ہم نے ان سے ملاقات کی اور ان کے تجزیے لئے گئے۔ پھر اُس کے بعد پشتونخوا ملی عوامی پارٹی

اور جمعیت علماء اسلام کا الگ ایک دھرنا تھا اور ان 15 پارٹیوں کا اتحاد الگ تھا۔ جن کے ساتھ ہم نے بیٹھ کے بات چیت کی اور ان کے جونکات تھے جو ایجنڈے تھے جیسے میرے دوست اصغر خان نے کہا کہ کسی کا بارڈر سے اُس Side پر گاڑی کا مسئلہ تھا کسی کا کیا مسئلہ تھا اس کو ہم نے written میں لیا گیا۔ اور اس کے اوپر ہم نے کوئی مذاق کیلئے ہم نہیں گئے کہ اُس کے بعد ہم آئیں۔ ضیاء لانگو کی سربراہی میں ہم نے میٹنگ کی۔ اور اُدھر جو ہم نے چمن بارڈر پر بات چیت کی کہ اب جب بارڈر بند ہے جس کی وجہ سے بندش ہے۔ تو کیا محنت کش افراد کو، جام صاحب نے ہمیں اختیار دیا اور ہم نے ان سے بات چیت کی کہ فی الحال آپ تیس ہزار روپے تک ہم ان بندوں کو دے سکتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا ہمیں نہیں چاہیے تیس ہزار نہ آپ کے چالیس ہزار چاہیے ہمیں صرف بارڈر کھول کے دو۔ تو ہم نے ان سے وعدہ کیا۔ اور ہم نے ان کو یقین دہانی کرائی کہ یا اللہ کہ ہم پ کے سر کے اوپر سیاست نہیں کریں گے جیسے یہاں لوگ کر رہے ہیں ان کے سر کے اوپر سیاست۔ یہ سیاست سے ہٹ کے ہیں اور ہم نے اس کے بعد اس پر بات چیت کی اور اس کے اوپر ان کے چیف سیکرٹری کیساتھ اس نکات کو ہم نے ڈسکس کیا۔ وہی نکات ہم نے جام صاحب کے ساتھ ڈسکس کیے۔ اور ایمانداری کیساتھ کیا۔ اگر اُس میں اپوزیشن نہیں تھی مگر ہم نے عوام کی نوعیت پر ان کیساتھ صحیح معنوں میں جو ہے اُن کا کیس لڑا۔ کسی پارٹی کے چیئرمین نے یہ بھی کہا کچھ دن پہلے پریس کانفرنس میں کہ یہ جو دھرنا بیٹھا ہے یہ اسٹبلشمنٹ کا ہے جس پر فائرنگ ہوئی۔ اب آپ اُس کی بات کرتے ہیں۔ اور آپ کے اور اُن کے دھرنے میں فرق تھا۔ کل کی میٹنگ میں آپس میں اختلاف تھا کہ آپ تو ہمارے ساتھ تھے نہیں۔ اور اُدھر بہت طریقے سے ہم نے deal کیا کہ نہیں جو سب آئے ہیں ہم نے سب کی باتوں کو سننا ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ نام لے لے کے بولا میرے معزز رکن نواز صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ کس طرح کے لہجے سے انہوں نے جو پندرہ اتحاد پارٹیوں کا تھا ان کا رویہ کس ٹائپ کا تھا۔ ہمارے ساتھ نہیں۔ مگر وہ پشتونخوا ملی عوامی پارٹی اور جمعیت کیساتھ ان کا تھا۔ وہ انکو ان کیساتھ گلہ تھا۔ اور آپ یقین کرے کہ جو ہم کے کل کی میٹنگ کی۔ اُس میں سنجیدگی سے ہم نے کام کیا۔ اور بات چیت کی کہ اس مسئلے کو حل کرنا ہے جام صاحب۔ اُس کے بعد ہم گئے جام صاحب کے پاس کی خداراجام صاحب اس کا کوئی حل نکالا جائے کہ عوام بہت تکلیف میں ہیں۔ عوام بہت مصیبت میں ہیں۔ اور اسی لئے ہم نے جام صاحب سے request کی اور جام صاحب نے کہا کہ اس کے اوپر مزید آج ہماری ایک میٹنگ ہوئی۔ اور ہم انشاء اللہ مسائل کو حل کریں گے۔ یہ اسمبلی فلور پر میں بول رہا ہوں کہ دیکھنا انشاء اللہ یہ گورنمنٹ کے لوگ یہ جو اُدھر بیٹھے ہوئے ہیں انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ میں اسمیں کسی کو credit لینے کی بات نہیں ہے۔ مگر جو عوام خود فیصلہ کریں گی کہ گورنمنٹ کیا کام کیا ہے انشاء اللہ۔ جناب اسپیکر صاحب بات ہوتی ہے فیڈرل کی۔ کہ ہمیشہ فیڈرل جو ہے پی ایس

ڈی پی میں بلوچستان کو share نہیں دیا ہے۔ اگر کسی کو کاپی چاہیے تو میں ضرور دوں گا۔ اس بجٹ میں فیڈرل پی ایس ڈی پی میں 110 ارب روپے بلوچستان کو دیے گئے ہیں۔ جس میں جھل مگسی میں 28 ارب روپے کا ڈیم بن رہا ہے۔ لسبیلہ میں 15 ارب روپے کا ڈیم رکھا گیا ہے۔ میں ابھی انشاء اللہ table کر کے آپ سب کو دینا چاہتا ہوں کہ آپ دیکھے، یہ یہ دیکھئے خدا کیلئے آپ لوگ پہلے دیکھ لیا کریں پھر فیڈرل پر باتیں کیا کریں۔ کہ یہ پہلی دفعہ نہیں ہوا ہے۔ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ جام صاحب کو ہر جگہ میں عمران خان نے اعتماد میں لیا گیا ہے اگر چنانہ گئے ہیں۔ یا کوئی میننگ ہوئی ہے یا کسی بھی حوالے سے بلوچستان کے ہیں۔ انہوں نے پوری نمائندگی عمران خان نے جام صاحب سے پوچھا ہے۔ پہلے کی طرح نہیں تھا کہ بس صرف اور صرف باتوں کی حد تک تھا۔ یہ المیہ ہے۔ یہ دیکھئے میں آپ کو اس کا پی ایچ ڈی دیتا ہوں اور آپ سارے بھائی دیکھئے اور اس میں میں بات کروں گا آپ سے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مبین خان۔ جی زمرک خان اچکڑی صاحب۔ جو نام پہلے بھجواتے ہیں اسی سے میں چلاتا ہوں اس کے بعد آپ کا نام ہے پھر دنیش کا نام ہے (مداخلت۔ شور)۔ زمرک صاحب! ایک منٹ۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔ اسی پر وضاحت کرنے مجھے ایک منٹ کیلئے دیں گے۔ بات سنیں۔ زمرک خان! آپ ایک منٹ بات نہیں سنیں گے۔ میں آپ سب لوگوں کو بول رہا ہوں ایک منٹ بات اس طریقے سے نہیں چلے گا اجلاس۔۔۔ (مداخلت) تھوڑا آپ لوگ گنجائش کر لیں۔ میرے پاس ابھی آکے نام آئے ہیں (مداخلت۔ شور) اختر بھائی! تھوڑا آپ لوگ گنجائش کر لیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔ زیرے صاحب! اگر آپ لوگ اجلاس ختم کرنا چاہتے ہیں میں گورنر صاحب کا حکم نامہ پڑھ کر سناتا ہوں۔۔۔ (مداخلت۔ شور) دیکھئے مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاس جو لسٹ آیا ہے یہ لسٹ ابھی بھی موجود ہے ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میں اسپیکر سے مخاطب ہوں وہ میرا جواب دے دیں۔ آپ کون ہوتے ہیں۔ جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب! آپ دو سال کا ریکارڈ بھی اٹھا سکتے ہیں کہ دو سال میں اپوزیشن نے زیادہ باتیں کی ہیں۔ ایک منٹ زمرک خان۔ ایک منٹ۔

ملک نصیر احمد شاہ ہوانی: جناب اسپیکر صاحب! اُس نے اس موضوع پر بات کی ہے۔ نصر اللہ کے بعد آپ نے اُس کو اجازت دے دی دوبارہ اُن کا حق نہیں بنتا ہے۔ کوئی اُن میں سے دوسرا بولے نہیں تو اختر حسین صاحب کو بات کرنے کی اجازت دے دیں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: حاجی صاحب مینگل صاحب نے ایک تحریک التواء پیش کی ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: بات سُن۔ زمرک خان آپ ایک منٹ بات نہیں سنیں گے۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: جی بتائیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دیکھیں مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاس جو لسٹ آیا ہے یہ لسٹ ابھی بھی موجود ہے ایسی بات نہیں اور آپ دو سال کار کارڈ بھی اٹھا سکتے ہیں کہ دو سالوں میں اپوزیشن نے زیادہ باتیں کی ہیں۔ زیادہ موقع ملا ہے۔ دیکھئے! بات کو غلط طرف پر نہیں لے جانا چاہیے دیکھیں۔ یہ میرے پاس لسٹ آیا ہوا ہے کہ کل اس پر کس کس نے بات کی ہوئی ہے۔ اُس کے بعد جو میں نے پتہ کیا کہ زمرک خان نے اس پر بات کی ہوئی ہے۔ سیکرٹری کو میں نے کہا کہ جس جس نے بات کی ہے وہ تو ابھی دوبارہ بات نہیں کر سکتے ہیں۔ چونکہ ہمارے دو تحریک اس میں ایک ہو گئے ہیں اب وہ لوگ بھی اس بات کر سکتے ہیں جو پہلے بات کر چکے ہیں۔ دوسرا تحریک بھی اس میں شامل ہو چکا ہے تحریک والا۔ سب کر سکتے ہیں اُس میں۔ جنہوں نے بات کرنی ہے پہلے بات کر چکے ہیں وہ بھی بات کر سکتے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مختصر سب بات کریں۔ ابھی زمرک خان کا نام میرے سامنے لسٹ میں پڑا ہوا ہے۔ اُس کے بعد نصر اللہ کا ہے پھر دیش کا ہے۔ اس طرح serial wise چلے گا۔ اکبر مینگل نے مجھے نام نہیں بھیجا ہے ابھی تک۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔ دیکھیں! آپ محرک ہیں جو پہلا جو تحریک پیش ہوا ہے پرسوں جس باقیماندہ اراکین ہیں انہوں نے بھی ابھی تک بات complete نہیں کی ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: اُس پر ہمارے حکومتی اراکین بھی بات کریں ہم اجازت دیں گے۔ لیکن اُس کے بعد پھر اکبر مینگل کا یہ تحریک شروع ہوگا۔ اُس پر اگر اپنا میرا دوست زمرک خان بات کرنا چاہتا ہے ہمارے دوست عبدالخالق ہزارہ بات کرنا چاہتا ہے۔ مبین خلجی جذباتی ہو کر بات کرنا چاہتا ہے۔ دیش ہے یہ ناک رام والے پر اُس پر سب بات کریں۔ لیکن اُس سے پہلے جو ہے۔ سب سے پہلے جناب اسپیکر صاحب دوسرے قرارداد پر محرک کو اجازت دیدیں وہ اپنی بات کریں۔ اس کے بعد بالکل ہمارے دوست بات کریں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دیکھئے یہ تحریک التواء دونوں ایک ہو گئی ہے۔ اسمیں ان سے ہم لوگوں نے رائے لی ہے دونوں نے کہا کہ تحریک ایک التواء ایک ہونی چاہیے۔ چونکہ اس پر discussion بھی مطلب کہ ایک ساتھ ہونا ہے۔ پہلا اور آخر اسمیں نہیں ہے۔ میرے پاس جو نام آئے ہوئے ہیں اس ناموں سے میں نے start کیا ہوا ہے۔ جی زمرک صاحب۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوز: جناب اسپیکر صاحب! میں اس پر بات کرونگا۔ حاجی صاحب! آپ کیا چاہتے ہو میں نکل جاؤں۔ نہیں آپ کمال کرتے ہو آپ ایک ایک گھنٹے بحث کرتے ہو پورے پاکستان، افغانستان انڈیا کو اس میں لاتے ہو ہم کچھ نہیں بولتے ہیں۔ میں اپنا clearance کرتا ہوں آپ کو کچھ پتہ ہے یا نہیں ہے پتہ

حاجی صاحب۔ آپ بیٹھ جائیں۔۔۔ (مدخلت۔ ور)

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب میں آپ لوگوں کیساتھ دیکھئے مہربانی کریں۔ ابھی دس بج رہے ہیں مختصر بات وہ بھی کر لے گا پھر اکبر بھائی بیشک جتنا بات کرنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ موقع اس کو ملے گا۔ آپ مختصر بات کریں۔ وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: حاجی صاحب آپ نہ کرے آپ میرے بات پر آپ کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں جب دوسرے بات کر رہے ہیں سب نے کیا ہے آپ کیوں نہیں کھڑے ہوتے ہو۔ خواجواہ انسان کو جذبائی کرتے ہیں۔۔۔ (مدخلت)۔ چلیس آپ بات کریں جو آپ بات کرتے ہیں چلو میں بیٹھ گیا۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: جی اختر حسین صاحب۔

میر اختر حسین لاگو: میں اصول کی بات کروں۔ زمرک صاحب نے اس پر بات کر لی ہے۔ آج اس تحریک التواء پر زمرک بھائی بات کرنا چاہ رہا ہے اُس پر ابھی تک اُس کا اپنا محرک نہیں بولا ہے وہ ابھی تک شروع نہیں ہوا ہے جناب اسپیکر صاحب۔ زمرک بھائی کے بولنے پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میں آپ کو اسی کا جواب دیتا ہوں۔ آپ لوگوں کے کہنے پر دونوں تحریک التواء کو ہم لوگوں نے جو ہے merge کر دیا تھا دونوں پر بحث ایک ساتھ ہونا تھا۔ میرے پاس جو نام آئے ہیں اپوزیشن کی طرف سے میرے پاس صرف اختر حسین لاگو کا نام آیا ہوا ہے۔ دیکھئے یہ لوگ بھی آپ لوگوں کی طرح اراکین ہیں۔ یہ اختر حسین کا آیا ہوا ایک نصر اللہ زریے کا آیا ہوا ہے۔ جی زمرک خان بات کریں مختصر اٹائم ہو گیا ہے۔

انجینئر زمرک خان اچکزئی (وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو): جناب اسپیکر صاحب! میں اس پر بات کروں گا۔ آپ ابھی حاجی صاحب آپ کیا چاہتے ہو، نہیں آپ کمال کرتے ہو آپ ایک ایک گھنٹہ بحث کرتے ہو پورے پاکستان، افغانستان، انڈیا کو اس میں لاتے ہو ہم کچھ نہیں بولتے ہیں آپ کو تکلیف ہوتی ہے کہ جب ہم بولتے ہیں ناں کریں اس طرح یا ر ہماری عزت کا سوال ہے میں اپنا clear کرتا ہوں آپ کو کچھ پتہ ہے یا نہیں ہے پتہ یا ر حاجی صاحب آپ بیٹھ جائیں ناں کریں اس طرح یا ر حاجی صاحب کمال آپ کا۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: ملک صاحب میں آپ لوگوں کے دیکھیں مہربانی کریں ابھی دس بج رہے ہیں مختصر بات وہ بھی کر لے گا پھر اکبر بھائی بے شک جتنا بات کرنا چاہتے ہیں اس سے زیادہ موقع اس کو ملے گا۔۔۔۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: آپ کے ساتھ agreement ہوئی ہے کیا ہوئی ہے جو آپ اس طرح کی بات کر رہے ہو میرا حق ہے کہ میں اسمبلی میں بیٹھا ہوں میں بات کرنا چاہتا ہوں کہتا آپ نہیں کر سکتے ہوا اسپیکر صاحب ان کو سمجھائیں، یا ر عجیب ہے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: آپ مختصر بات کریں تاکہ۔۔۔۔۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: حاجی صاحب آپ ناں کریں آپ میرے بات آپ کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں جب دوسرے بات کر رہے ہیں سب نے کیا ہے آپ کیوں نہیں کھڑے ہوتے ہو یا آپ خود انکو انسان کو جذباتی کر دیتے ہو۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مختصر، مختصر، مختصر۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: آپ بات کر رہے ہو آپ جو بات کرتے ہو آپ کر لیں چلو میں بیٹھ گیا۔ میرا خیر حسین لاگو: جناب اسپیکر دو تحریک التواء آپ نے بحث کے لئے منظور کر دیئے تھے اگر اصولاً میں آپ کو اصول کی بات کر رہا ہوں آج جو دوسرے زمرک بھائی نے اس پر بات کر لی ہے آج جس تحریک التواء پر زمرک بھائی بات کرنا چاہیں اس پر ابھی تک اس کا اپنا محرک نہیں بولا ہے وہ ابھی تک شروع نہیں ہوا ہے جناب اسپیکر اگر اخلاقاً مجھے زمرک کے بولنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے اخلاقاً اگر کسی موضوع پر بات شروع ہوتی ہے تو پہلے محرک کو میرے خیال میں موقع دینا چاہیے۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: میں آپ کو اسی کا جواب دیتا ہوں آپ لوگوں کے کہنے پر دونوں تحریک التواء کو ہم لوگوں نے جو ہے مرج کر دیا تھا دونوں پر بحث مطلب کہ ایک ساتھ ہونا تھا میرے پاس جو نام آئیے ہوئے ہیں اپوزیشن کی طرف سے صرف میرے پاس اختر حسین لاگو کا نام آیا ہے دیکھیں یہ لوگ بھی آپ لوگوں کی طرح اراکین اسمبلی ہیں ایک اختر حسین کا آیا ہوا ہے ایک نصر اللہ زیرے کا آیا ہوا ہے کس چیز کا تحریک شروع ہونے سے پہلے ہی میں نے کہا، زمرک خان بات کریں مختصر ٹائم بہت ہو گیا۔ آپ point پر بات کریں زمرک خان۔

وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹو: point دیکھیں کتنے کتنے پھر آپ نے ایک قانون بنانا ہے ابھی میں بات ہی نہیں کرونگا آپ ایک بتائیں کہ ہر آدمی موضوع سے نہیں ہٹے گا یہ وعدہ کریں۔ میں وعدہ کرتا ہوں اگر یہ موضوع ایک ہوتا ہے اور پورے پاکستان کو discuss کرتے ہیں اور پوری دنیا کو کرتے ہیں۔ میرا پارٹی کا مسئلہ ہے۔ تحریک التواء ہے۔ میری بے عزتی ہوئی ہے۔ میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں جو بھی طریقہ کار ہوتا ہے اس طریقے کو وضع کرنا چاہتا ہوں۔ جذباتی تقریروں سے فلور پر کھڑے ہو کے بولنا بہت آسان ہوتا ہے۔ اور اس کو discuss کرنا بہت آسان ہوتا ہے اس کو point out کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ عملی اقدامات جو اٹھاتے ہیں اس کو دیکھنا چاہیے۔ کون کتنا پانی میں ہے کون کتنے پانی سے اوپر ہوتا ہے ہمیں سب پتہ ہے ہم تین دفعہ اس اسمبلی میں رہ چکے ہیں جناب اسپیکر صاحب آپ ذرا سن لیں۔ آپ کا مسئلہ نہیں ہے میرا مسئلہ ہے۔ اس پر جو ہے ہم نے جو ہے تحریک التواء جس

نے پیش کیا تھا چمن کے بارے میں۔ مجھ سے کوئی مشورہ نہیں ہوا ہے اس میں۔ نہ مجھے سے کسی نے پوچھا ہے۔ چمن میرا ہے۔ میں قلعہ عبداللہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ چمن ایک آدمی کا پشتونخوا کا نہیں ہے۔ جمعیت کا نہیں ہے اے این پی کا نہیں ہے۔ چمن پورے پاکستان کا مسئلہ ہے۔ ایک آدمی کا مسئلہ نہیں ہوتا ہے۔ جب ادھر آیا کس نے پوچھا۔ ہم اتحاد میں ہوتے ہیں ہم اسمبلی میں بیٹھے ہوئے ہیں چاہے وہ گورنمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں چاہیے اپوزیشن سے تعلق رکھتے ہیں یہ صوبہ ہمارا ہے۔ اس کو پر امن بنانا اس کے مسائل کو حل کرنا یہ ہمارا حق ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ ہم یہاں پر اٹھ کے ایسے باتیں کریں کسی پر الزامات لگائیں اُلٹے پلٹے الزامات لگا کے کسی کی کردار کشی کرنا اس اسمبلی میں کسی کو اجازت نہیں ہے۔ اس کو حذف کیا جاتا ہے۔ چاہے وہ ہمارے وہ دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔ چاہے یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ قانون ہوتا ہے اسٹیٹ ہوتا ہے گورنمنٹ ہوتی ہے اپوزیشن ہوتی ہیں۔ تین حصوں میں تقسیم ہوتا ہے اسٹیٹ اپنی جگہ یہاں پر قائم و دائم رہتی ہے۔ گورنمنٹ change ہوتی رہتی ہے پانچ سال پانچ سال تین سال جو چلی جاتی ہے۔ جو democracy کی ایک شکل ہے اور اس کی خوبصورتی ہے۔ اُس بنیاد پر پھر گورنمنٹ میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں اور اپوزیشن میں وہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر جب پیش ہوتے ہیں اس کا پیش ہونا یہ نہیں ہے کہ اس کی جو ہے ختم ہوتی ہے۔ اگر ایک دن بحث نہیں ہوتی ہے تو اس میں دوسرے دن بحث ہوتا ہے۔ آپ نے اس تحریک التواء نصر اللہ زیرے صاحب نے پرسوں پیش کیا تھا یا ترسوں۔ تو کیا بحث complete نہیں ہوئی؟۔ کورم ٹوٹ گیا۔ تو آج کے لئے نہیں رکھا گیا آج اس پر بحث نہیں ہوئی؟۔ کیا یہ ختم ہوا کیا چمن کا مسئلہ ختم ہوا؟۔ نہیں ہوا ہے۔ چمن کا مسئلہ ہم نے حل کر کے دکھانا ہے۔ چمن کے لغوی ہمارے بھائی ہیں۔ چمن کے تاجر ہمارے بھائی ہیں چمن میں رہنے والا ہر وہ بندہ چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے وہ میرا بھائی ہے۔ ہم نے اس کے حقوق کی پاسداری کرنی ہے ہم نے بارڈر کو کھول کر دکھانا ہے یہ سن لیں آج۔ سات دن کھلا ہوگا۔ اور ایک شناختی کارڈ کے اوپر جو رجسٹریشن ہوئی ہے اس کو دکھا کے جائینگے۔ کام کون کرتا ہے وہی ہوگا اس کو credit جائینگے۔ پرسوں جب ہوا دھماکہ جب وہاں پر فائرنگ ہوئی ہم پہنچے ہیں ہم نے وہاں ان لوگوں کے ساتھ ہمدردیاں کی ہیں ہم نے ان کے غم میں شریک ہونے کی کوشش کی اور وہاں پر بیٹھے کے ہم نے ان سے بات کی ہے وہاں کل جب بلایا ان کے سارے جو دس نکات خود جس نے بنائے تھے اس سے پوچھتا ہوں کتنے نکات رہ گئے؟۔ اُس کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس میں کتنے حل ہوئے ہیں کتنے نہیں ہوئے ہیں؟۔ یہاں پر آ کے ہم باتیں کرتے ہیں اور پھر کسی کا کہتے ہیں۔ X کہتے ہیں کسی کو کس کا کہتے ہیں ہمیں سب پتہ ہے۔ ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ کون کتنا پانی میں ہے کون کتنا اوپر ہے کتنا کتنے لوگ کیا کیا کرتے ہیں یہ بھی ہمیں پتہ ہے اگر ہم آج شروع ہو جائے تو پتہ چل جائیگا کہ کون ہے۔ یہاں پر گورنمنٹ بھی

ہماری ہے یہاں پر State بھی ہماری ہے ملک پاکستان بھی ہمارا ہے ہم اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم لوگوں کو جذباتی نہیں کرنا چاہتے ہیں جو جذبات کی بنیاد ہم اٹھا کے اور ان کو لڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ان کو تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم چین کو پرامن بنائیں گے ہم اس بلوچستان کو پرامن بنا بیٹھیں گے۔ ہم اگر گورنمنٹ میں بیٹھے ہیں تو ایک agreement کے تحت بیٹھے ہیں۔ ہم نے ایک معاہدہ کیا ہوا ہے ہم یہاں ڈویشن چاہتے ہیں ہم یہاں ڈسٹرکٹ چاہتے ہیں ہم ایک پرامن طریقے سے اس کو حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مجھے یہ حق نہیں ہے کہ میں سلیم کا جو ہے صدری اتار لوں یا میں ثناء صاحب کا اتار لوں۔ اگر ایک انتہائی ایک انسان اپنے انفرادی طور کام کرتا ہے تو میں انفرادی طور پر کسی کا پابند نہیں ہوں۔ میں اتحاد ہوں اور اتحاد کی صورت میں یہاں چل کے دکھاؤں گا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور کیا نہیں کر سکتا ہوں۔ یہی ہوتی ہے گورنمنٹ چلانے کی۔ جذبات تو میں بھی آج آپ کو دکھاؤں گا کہ کس طرح جذباتی تقریریں ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہوتا ہے کہ جب کوئی جاتا ہے سب کچھ کسی کو پتہ ہوتا ہے۔ میں ضیاء صاحب کو کہتا ہوں کہ میں چلتا ہوں۔ مثلاً تو ضیاء صاحب کو پتہ ہے کہ زمرک گیا۔ اور کل ضیاء صاحب اٹھ کے زمرک کے جو ہے وہ کر لیتے ہیں بے عزتی کرتی ہے۔ اس طرح میں زمرک خان کی بے عزتی کبھی کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں کسی ممبر کو نہ میں بے عزت کرونگا نہ اس کو میں جو ہے وہ اختیار دیتا ہوں کہ وہ زمرک کو بے عزت کرے۔ یا میرے ساتھی کو بے عزت کرے۔ میں اس پر stand لوں گا اور رہوں گا۔ اس حکومت میں بیٹھ کے چن تو کیا میں گوادر کا مسئلہ حل کرونگا۔ میں نے ساحل و سائل کی بات کی ہے۔ یہاں پر کس نے بات کی ہے اس seat پر بیٹھ کے ساحل و سائل کی آج بھی اس seat میں ساحل و سائل کی بات کرتا ہوں میں گوادر پر اپنا حق چاہتا ہوں میں ریکوڈک پر اپنا حق چاہتا ہوں۔ میں چین پر اپنا حق چاہتا ہوں میں ژوب پر اپنا حق چاہتا ہوں۔ یہ ہماری پالیسی ہے۔ اور یہ پالیسی چیلنج نہیں ہوگی۔ قربانیاں ہم نے بھی دی ہیں میرے والد صاحب جہاد میں شہید ہوا ہے۔ کسی نے ذکر کیا ہے آج؟۔ میں خود کرونگا اس کا کسی کو یہ زبان میں یہ آتا ہی نہیں ہے۔ یہ زبان ہوتی ہے پارٹی کی۔ یہ طریقہ کار ہوتا ہے پارٹی کا۔ میں تو 1935ء میں میرا دادا جیل گیا ”خدائی خدمت گار تحریک“ میں۔ میرے جوائنٹل ہیں میرا سارا خاندان اس میں تباہ ہوا ہے میرے کزن لگے ہوئے ہیں گولیوں میں۔ وہ جو یہاں قیوم خان نہیں تھا وہ قیوم مسلم لیگی۔ sorry اُس میں ایسا نہیں ہوا۔ اُس کے دور میں۔ اور جو پارٹی نے قربانیاں دی ہیں اے این پی نے قربانیاں دی ہیں ہر ایک نے یہاں پر اس پارٹی میں قربانیاں دی ہیں۔ یہ ایک واحد پارٹی ہے سب نے دی ہے لیکن اس پر جو قربانیاں دی ہیں کسی نے آج تک جتنی قربانیاں دی ہیں یہ پارٹی سب سے پہلے۔ 2008ء سے 2013ء تک تو دیکھ لیں ہزاروں ہم نے دیئے ہیں میں نے پہلے بھی کہا بشیر بلور جیسا ہمارا منسٹر گیا اس میں۔ میاں افتخار کا بیٹا اس میں شہید ہوا ہے۔ یہ ہماری

پارٹی کی قربانیوں کی تاریخ ہے۔ اس تاریخ کو دیکھ کے ہمیں آگے چلنا چاہیے۔ صرف زمرک خان اپنا نام کمانے کے لئے نہیں کہ میں اپنا کمالوں۔ اور اپنے نام کے لئے جو ہے جھنڈے اٹھالوں اور زندہ مردہ باد کروں۔ اس طرح نہیں چلے گا چلے گا تو اتحاد کے ساتھ چلے گا اتفاق کے ساتھ چلے گا سب کو سننا ہوگا یہاں پر BAP پارٹی ہے یہاں پر تحریک انصاف ہے یہاں اے این پی ہے یہاں پر بے ڈبلیو پی ہے یہاں پر ہزارہ ڈیموکریٹک ہے یہاں پر بی این پی عوامی ہے۔ پانچ چھ پارٹیوں کی جو ہے وہ گورنمنٹ ہے۔ اگر ہمارے مطالبات سے کسی نے اختلاف رکھا تو ہمیں یہ حق کہ ہم گورنمنٹ سے بھی نکل سکتے ہیں۔ ہم اس وزارتوں کو لات مارتے ہیں ہم وزارت اسلئے نہیں کر رہے ہیں کہ ہم لوگ جیبیں بھرنی ہیں۔ ہم عوام کے حقوق کے لئے اس وزارت بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی دیدے اے این پی کے مطالبات حل کرنے کی جو ہے وہ ہمیں ہمارے ساتھ معاہدے ہوئے ہیں تو اس کو حل کرینگے نہیں ہوا تو چھوڑ دینگے اس وزارتوں کو چلے جائینگے۔ لیکن طریقہ ہوتا ہے ہر چیز کا۔ طریقے سے نہیں چلیں گے تو غلط ہوگا۔ مشاورت نہیں چلیں گے تو غلط ہوگا۔ چمن کا مسئلہ میں نے کہا ہم گئے یہ ضیاء صاحب ہیں میں نام لیتا ہوں نور محمد مٹر صاحب ہیں یہ عبدالخالق ہزارہ ہے مبین خلجی ہے میں تھا ہم گئے ملاقات کی۔ آج بھی ہم نے تین میٹنگس کی ہم اس پر agree ہوئے ہر point تقریباً ہم agree ہوئے۔ لیکن ایک طریقہ کار بناینگے۔ پھر ہم یہاں پر کہتے ہیں نہیں ہوا کدھر نہیں ہوا ہے کس کو پتہ ہے ہوا ہے ہم ان مزدوروں کو چھوڑیں گے اکیلے۔ اگر خدا نخواستہ کچھ ہوا بھی تو اس کا ہم نے متبادل روزگار بھی دینا ہیں۔ ہم نے لیویز پوسٹوں کی جو ہے وہ ڈیمانڈ کی ہیں۔ ہم نے ان کے لئے کارخانے کی demand کی ہے۔ ہم نے ان کے لئے جوائنڈ سٹرپل زون کی demand کی ہے۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ duty free zone اس کو declare کریں چمن کو۔ کون کہتا ہے اس کی زبان میں یہ چیزیں کیوں نہیں آتی ہے۔ پھر کدھر چلے جاتے ہیں یہ جو وہاں پر دھرنے دیتے ہیں کہ ہم نے دھرنے دیئے ہیں۔ دھرنے دینے کے لئے طریقہ کار ہوتا ہے۔ ہم نے یہ بھی انکوائری ٹیم بنائی۔ جو بھی اس میں involve ہوا ہے جہاں سے شروع ہوا ہم اس کی انکوائری کریں گے۔ میں خود اس میں بیٹھوں گا۔ اتنا بے ضمیر نہیں ہوں کہ اپنے ضمیر فروشی کروں۔ اپنے عوام کے ساتھ اپنے قوم کے ساتھ اپنے پارٹی کے ساتھ۔ یہ ہماری تاریخ رہی ہے۔ ہمارے 1935ء سے آج تک لیکے 1930ء سے ہم اس تحریک میں آرہے ہیں۔ 1930ء سے آج تک لیکے ہماری تاریخ اٹھالو۔ اُس پر نظر دوڑاؤ۔ سب دوستوں سے کہتا ہوں پھر آکر اس پر بات کریں۔ ایسی جذباتی باتیں ایسی جذباتی تقریریں کوئی شعر و شاعری کرتا ہے۔ کوئی پتہ نہیں ہے مثالیں فارسی میں دیتے ہیں۔ کوئی انگریزی میں دیتے ہیں۔ اور جب عملدرآمد کو دیکھ لو پھر کچھ ہی نہیں ہوتا ہے پھر آ کے ادھر بیٹھے ہیں۔ پھر میدان میں گزرتے ہیں پھر کیا کرتے ہیں وہ بھی ہمیں پتہ ہے۔ اسمبلی سے نکل کر پھر کیا کرتے ہیں۔

ہم اس State میں رہتے ہیں اس ملک میں رہتے ہیں۔ یہاں کے عوام کے ساتھ رہیں گے۔ ان کے مسئلے حل کرینگے مذاکرات سے حل کرینگے پر امن طریقے سے حل کرینگے تشدد سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم عدم تشدد کے پیروکار ہیں باچا خان کے۔ ہم اُسی راستے پر چلیں گے چاہے ہماری زندگی رہے گی انشاء اللہ ہم اس پر رہیں گے۔ اور یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ ہم جو ہمارے پارٹی شہداء ہیں باڑہ کے۔ جو 1948ء کو 12 اگست کو ہوا ہے۔ پاکستان بننے سے ایک سال بعد ہوا ہے۔ اور اس میں ڈاکٹر خان کی گورنمنٹ کو غیر فطری، غیر جمہوری طریقے سے اس کو ختم کر دیا گیا۔ اُس پر جو جلسے ہوئے اس پر جو فائرنگ ہوئی میں اس کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور سرخ سلام پیش کرتا ہوں۔ اور آخر میں حاجی صاحب! آپ میں معذرت چاہتا ہوں آپ ہمارے بڑے ہو آپ ہمارے دوست ہو۔ لیکن اتنا کر لیں کچھ چیزیں ہوتی ہیں ہمارے اپنے آپ سے تعلق رکھنے کی۔ ہم اُس کی تھوڑی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم چین، قلعہ عبداللہ، چاہے گوادر ہو چاہے ژوب ہو چاہے کوئٹہ ہو، یہ ہمارا صوبہ ہے۔ ہمارا ملک ہے۔ ہم اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کو گورنمنٹ میں بیٹھ کے ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمارا کیبنٹ ہوتی ہے ہمارے fourms ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے اتحادیوں کے درمیان بیٹھک ہوتی ہے۔ اُس میں بیٹھ کے ہم ہر چیز کو discuss کر سکتے ہیں وہاں پر اُن کو اٹھا سکتے ہیں وہاں پر جو ہے اس کا حل نکالنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ یہاں پر نہیں کہ ہم باچا خان چوک پر کھڑے ہو کے بس جذباتی تقریریں کر کے پھر جا کے سو جائیں۔ یہ طریقہ نہیں ہوتا ہے۔ ہم آپس میں بیٹھ کے صلاح و مشورے سے سب چلیں گے۔ اور انشاء اللہ میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس مسئلے کا ضرور نکالیں گے۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ زمرک خان اچکزئی صاحب، جی اکبر مینگل صاحب۔

میر محمد اکبر مینگل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ اگست کا مہینہ بلوچستان کے لیے انتہائی گراں ہے، ہر روز شہادتوں کا دن منایا جاتا ہے۔ خصوصاً 8 اگست کو ہم بھول نہیں پائیں گے جب ہمارے نوجوانوں کا قتل عام ہوا، بلوچستان کے جو cream تھے جن کو بنانے میں بلوچستان کے ماں باپ نے، والدین نے 30 سال 35 سال محنت کی ایڈووکیٹ بنایا پیرسٹر بنایا لیکن ایک لمحے میں ہمارے سینکڑوں نوجوانوں کو صفحہ ہستی سے مٹایا گیا جناب اسپیکر قتل جہاں بھی ہو جس کسی کی بھی ہو چاہے وہ مذہب کے نام پر ہو فرقے کے نام پر ہو قومیت کے نام پر ہو لسانیت کے نام پر ہو ہم اس کی مذمت کریں گے قتل صرف اور صرف قتل ہوتا ہے۔ اور خصوصاً بلوچستان میں آئے روز ایسا کوئی دن نہیں گزرتا جہاں قتل نہیں ہو۔ جناب اسپیکر چین کا واقعہ انتہائی گھمبیر اور بہت بڑا مسئلہ ہیں آج پشتون اکابرین کو جو میں ایک سیاسی ورکر کی حیثیت سے دیکھ رہا ہوں کہ ریاست کی طرف ہاتھ جوڑ کر اس مسئلے کو حل کرنے کا کہہ رہے ہیں تو یہ وہ وقت ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھا جائے اس مسئلے کو حل کیا جائے اگر آج خدا نخواستہ اس

مسئلے کا حل نہیں نکالا گیا تو مجھے خدشہ ہے کہ کل ریاست کے ذمہ دار پشتون راہنماؤں کے آگے ہاتھ جوڑ کر کہیں گے کہ ہمارے لیے کوئی مسئلے کا حل ڈھونڈ لو اور شاید وہ وقت نہیں ہوگا کہ مسئلے کا حل نکالا جاسکے۔ آج ہم بلوچوں کو دیوار سے جس طرح لگایا گیا وہی کاراستہ دیکھائی نہیں دیتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کم از کم پشتون اقوام کو دیوار سے نہیں لگایا جائے۔ جناب اسپیکر چمن پشتون معیشت کا gateway ہے۔ اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ریاست پشتون اقوام کو دیوار سے نہیں لگایا جائے تو معیشت کو بند کر دیا تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پشتون معیشت کے اوپر یہ ایٹم بم گرانے کے متعارف ہوگا، تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ لاکھوں نوجوان جو آج صبح سے شام تک جفا کشی کرتے ہیں محنت کرتے ہیں اپنا روزی روٹی کماتے ہیں کل پھر جب وہ آپ کی طرف رخ کریں گے تو اسے نہ میں پابند کر سکوں گا نہ ریاست پابند کر سکے گی۔ کیونکہ آج وہ نوجوان ڈیکیتی کی طرف مائل نہیں ہیں آج وہ نوجوان چوری کی طرف مائل نہیں ہیں آج وہ محنت کر رہا ہے، لیکن ہم وہ تمام دروازے بند کرنا چاہ رہے ہیں جو اس کے روزگار کے ہیں جناب اسپیکر ہمارے تمام ممبران نے اس پر سیر بحث حاصل کی ہیں اس کے بعد میں آؤں گا خاص کر اپنے تحریک التواء کی طرف۔ وڈھ میں 18 جولائی 2020ء کو ایک ہندو تاجر نانک رام چند کا قتل عام ہوا۔ جناب اسپیکر بلوچستان کی اپنی روایات ہیں اپنی تہذیب ہیں ہمارے وہ رواج ہیں جس پر ہم فخر کرتے ہیں۔ لیکن آج ہم محسوس کر رہے ہیں کہ ہمارے وہ روایت نہیں رہے، جناب اسپیکر ہمارے قبائل ان کے ذمہ دار تھے ہمارے دیہی آبادیوں میں ہمارے معیشت کو سنبھالنے والے یہی ہماری اقلیتی برادری تھے آج سے تقریباً 90ء کی دہائی میں ڈاکٹر تارا چند کے خاندان سے تقریباً 5-4 افراد کا قتل عام ہوا انہی میں سے انہیں خاندان سے دیش بھی تعلق رکھتا ہے، اس قتل عام کے بعد وہ خاندان یہاں سے migrate ہوا جناب اسپیکر حب میں لودرام، اشوک، جے پال داس اور اس کے بیٹے کا قتل عام ہوا، جناب اسپیکر نال سے جواہر لعل کو اغواء کیا گیا آج تک نہ وہ بازیاب ہو سکا نہ اس کی میت ملی۔ جناب اسپیکر قتل عام تو عام ہوتا رہتا ہے جس طرح کل کوئٹہ میں ایک تاجر کا قتل ہوا آج کا اخبار ہم اٹھا کر دیکھتے ہیں تو کل مستونگ اور زہری میں بھی قتل ہوا، ابھی مجھے میرے دوستوں نے بتایا کہ میزنی اڈے میں بھی دو قتل ہوئے ہیں، تو بلوچستان میں ایسا کوئی دن نہیں گزرتا کہ جس دن ہمیں یہ خبر نہ ملے کہ وہ قتل عام کسی شہر میں نہیں ہوتا ہو۔ جناب اسپیکر وڈھ والے واقع پر میں بتاؤں گا کہ وہاں پر حالات کب خراب ہوئے جنرل مشرف کے دور میں وہاں پر ڈیڑھ اسکوڈ تشکیل دی گئی جس کے بعد آپ کے کوئٹہ کراچی شاہراہ کا وہ تمام گاڑیاں کو چڑکی صورت میں باقاعدہ بھتہ دے کر وہاں سے گزرتے تھے۔ خضدار کو اس مافیاء کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا، ڈیڑھ اسکوڈ کے۔ خضدار کا کوئی ایسا دکان کوئی ایسا کیبن باقی نہیں رہا جو بھتہ نہیں دیتا ہوں۔ جناب اسپیکر خضدار کے باشعور سیاسی کارکن نوجوانوں کا قتل عام کیا گیا پھر اس کے بعد مختلف ادوار میں ہمارے جو پچھلے گورنمنٹ گزریں تو ڈیڑھ

اسکواڈ کو محدود کیا گیا لیکن آج ہم محسوس کر رہے ہیں دوبارہ اس کو آزادی دی گئی ہیں خضدار کے اندر خاص کر آج ہر ٹھکیدار کے گھر پر کفن اور پرچی بھیجا جا رہا ہے اور ان سے کمیشن وصول کی جا رہی ہیں آج پھر ان سے قتل عام کا کام لیا جا رہا ہے جو پہلے سو نپا گیا تھا۔ گورنمنٹ کے پالے ہوئے ایسے افراد جو آج پھر زندہ نہ تھے گھوم رہے ہیں اور لوگوں کو اٹھا رہے ہیں کراچی کوئٹہ کے عام شاہراہ پر جو سب سے بڑا شاہراہ ہے آدھے کلومیٹر کے فاصلے پر پرائیوٹ چیک پوسٹ لگا ہوا ہے جہاں سے مخالفین کو اٹھایا جاتا ہے یا انغواء برائے تاوان کے لیے لوگوں کو اٹھایا جاتا ہے۔ جناب اسپیکر ابھی عید سے پہلے اخباروں میں بھی آیا تھا کہ تقریباً 4-5 جرائم پیشہ افراد کو رہائی ملی، لیکن ہمارے انتظامیہ ہمارے مختلف اداروں کے اعلیٰ عہدیدار اس مافیا کے پاس گئے، انغواء برائے تاوان کا ایک آدمی نکالا اور اس کے بدلے پانچ ذمہ دار جو جرائم پیشہ افراد تھے ان کو رہائی دلوائی۔ ریاست کے اندر ریاست بنا ہوا ہے جناب اسپیکر۔ No go areas ہیں۔ میں سمجھتا ہوں بلوچستان کو ریگمال بنایا جا رہا ہے اور ایک دفعہ پھر غیر مستحکم کیا جا رہا ہے جناب اسپیکر اقلیتوں کا تحفظ ہمارے قبائلی معاشرے میں ہماری ذمہ داری بنتی ہے ہماری رسم و رواج ہیں یہی وجہ ہے کہ ہماری رسم و رواج میں اگر ہم میں سے کوئی بھی ایک جرائم کرتا ہے تو اس کا جرمانہ جتنا ہے لیکن اگر ہمارے اقلیتی برادری پر کوئی ظلم ہوتا ہے تو اس کا جرمانہ ڈبل ہوتا ہے۔ لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ مختلف مافیا کی صورت میں لوگوں کو چھوڑا گیا ہے اور انغواء برائے تاوان اور انغواء برائے تاوان اس وقت اپنے عروج پر ہیں، جناب اسپیکر ہمیں نہیں بولنا چاہیے کہ بلوچستان کے اندر جتنے بھی بڑے دھماکے ہوئے ہیں ان تمام دھماکوں میں چاہے وہ 8 اگست کا ہو چاہے وہ صفورہ گھوٹ کا ہو چاہے شاہ نورانی کا ہو چاہے شکار پور کا ہو چاہے جھلم گسی کا ہو کسی نہ کسی طریقے سے اس کا واسطہ اور بالواسطہ جو تعلق ہیں اسی ججز کورٹ سے جاملتا ہے۔ پچھلے دفعہ تحریک التواء نصر اللہ زیرے صاحب نے اٹھایا ایک پشتون بھائی کے لیے وہ وڈھ میں اسی مافیا کے ہاتھوں میں انغواء برائے تاوان کے سلسلے میں۔ نعمت اللہ نامی شخص ہے۔ تو اس کے لیے باقاعدہ رقم کی ہے بات ہو رہی ہے کہ رقم دیدیں پھر اس کو چھوڑتے ہیں۔ ابھی تو یہ تصور ہے اس کے پاس۔ باقاعدہ اس کے لیے انہوں نے تحریک التواء بھی لایا تھا۔ ہمارے مختلف اداروں کے اعلیٰ عہدیدار اور ہمارے انتظامیہ کے سربراہان باقاعدہ ان کے پاس جاتے ہیں کھانا کھاتے ہیں سچی کھاتے ہیں گفت و شنید ہوتی ہے اور بندے کے بدلے چھوڑنے کے جرائم پیشہ افراد کو چھوڑا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ وقت آچکا ہے کہ ایسے مافیا کے خلاف گھیرا تنگ کرنا چاہیے تاکہ بلوچستان کو ایک پرامن صوبہ ہونا چاہیے اور یہاں پرامن و امان دوسرے صوبوں کے مقابلے میں بہتر ہو سکیں جناب اسپیکر ہمارے دوسرے ساتھی بھی بیٹھے ہیں وقت بہت ہو چکا ہے تو انہیں الفاظوں کے ساتھ مہربانی۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ مینگل صاحب۔ جی نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: Thank you جناب اسپیکر۔ یقیناً آج ایک میری تحریک التواء تھی جناب اسپیکر چمن کے جو حالات ہیں اور دوسری ہماری دوست کی تھی جو اکبر مینگل صاحب کی۔ جناب اسپیکر! چمن کا جو معاملہ ہے وہ ایک بار پھر حکومت وقت کی نالائقی کی وجہ سے، جناب اسپیکر! وہ بگڑ رہا ہے جناب اسپیکر۔ حکومت جو صحیح صورت حال ہے وہ صورت حال وزیر داخلہ صاحب بیان نہیں کر رہے ہیں۔ جو ہمارے منسٹر صاحب بڑے جذباتی بولے، جنھوں نے اشارتاً بہت کچھ کہا۔ اور ایسا کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی ہے کہ، اور یقیناً جس کو کہا گیا وہ بہتر سمجھتا ہے کہ کس کے متعلق کہا گیا۔ جناب اسپیکر چمن کے غیر عوام چمن کے پشتون عوام جناب اسپیکر ان کی جو معاشی قتل عام ہے جناب اسپیکر! وہ قتل عام کو ہم جیسے لوگ پشتونخوا اعلیٰ عوامی پارٹی برداشت نہیں کریں گی۔ اور اس کے خلاف جناب اسپیکر ہم کسی حد تک ہماری پارٹی جاسکتی ہے کہ ہم چمن کے غیر عوام کا جو مسئلہ ہے اور جو مسئلہ وہاں پر وہ کر رہی ہیں جناب اسپیکر حکومت وقت اسکو ہم نہیں چھوڑیں گے جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: زیرے صاحب چمن پر میرے خیال میں آپ نے بہت لمبی تقریر کی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب جو ابھی دوسرا ہمارے پاس جو ہمارے کا تحریک التواء ہے جو 18 جولائی 2020ء کو جناب اسپیکر خضدار، وڈھ سے ایک ممتاز ہندو تاجر نانک رام چند کو مسلح افراد نے وہاں ان پر فائرنگ کی اور ان کے ہلاکت کا ایک المناک واقعہ ہوا جناب اسپیکر۔ اور اگر میں دو سال کا میرا پاس پورا data پڑا ہوا ہے کہ ان دو سال میں کتنے لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ کی گئی۔ جناب اسپیکر حکومت، آپ جس طرح بلوچ علاقوں میں death squad ہیں ابھی پشتون علاقوں میں جناب اسپیکر یہ طریقہ کار ہے کہ حکومت نے dummy لوگوں کو، بوڑھوں کو اور ان کو کھلا شنفوف کی راہداریاں انہوں نے دی ہیں۔ وہ سرے عام لوگوں کو بے عزت کر رہے ہیں۔ یہ حکومتیں ہوتی ہیں ایک بندہ سرے عام ایجنسیوں کا نام لے کر کے کہہ رہا ہے کہ میں اس ایجنسی کا بندہ ہوں۔ فائرنگ کرتا ہے سرے عام اور کہہ رہا ہے کہ کیا یہ ریاست ہوتی ہیں اس بندے کے خلاف FIR chalk ہوا؟۔ جناب اسپیکر اس کو گرفتار کیا گیا یہ کیسی حکومت ہے کہاں گئی وہ پولیس کہاں گئے ہوا ہمارا عہدیداران جو اتنے star لگا کر جیسا انہوں نے کشمیر فتح کیا ہو وہ ایف آئی آر درج نہیں کر رہے ہیں۔ جناب اسپیکر میں آپ کے سامنے 18 جولائی کو نانک رام چند کے قتل کا واقعہ ہوتا ہے جناب اسپیکر 24 جولائی کو جناب اسپیکر ابھی 24 جولائی کو ہمارے پارٹی کے برشور توبہ کا کڑی کے ہمارے علاقائی سیکرٹری تھے نصیب اللہ کلی وال کا کڑی ان کو جناب اسپیکر وہ آرہے تھے توبہ کا کڑی سے چنار کے علاقے میں مسلح افراد نے ان کو اغواء کیا۔ اور ان کو اور ان کے کزن عبدالخالد

کو اغواء کیا ان سے موبائل چھین لیے ان کی گاڑی لے کر گئے اور یہ پورا گروپ ہیں جناب اسپیکر یہ مسلم باغ سے آ کر کے مسلح لوگ ہیں پھر آ کر کے اس توبہ، کا کڑی، برشور، پشین تک وارداتیں کر رہے ہیں۔ لوگوں کے باغات کاٹے جا رہے ہیں۔ لوگوں کے ٹیوب ویل میں وہاں ختم کیا جا رہا ہے اُن پر فائرنگ ہو رہی ہیں۔ لوگوں کے ٹرانسفارمر کو جلایا جا رہا ہے اس مسلح گروپ کے خلاف کیوں حکومت action نہیں لے رہی ہے۔ یہ کیا طریقہ کار ہے؟۔ آج جناب اسپیکر ابھی میزنی اڈہ میں دو سید نو جوان جن میں ایک لڑکے کی ابھی تین دن پہلے شادی ہوئی تھی ان کو وہاں پر۔ اُن کی شہادت کا واقعہ ہوتا ہے۔ جناب اسپیکر اس کے علاوہ یہ میں جس گروپ کی میں نے نشاندہی کی جو ہمارے پارٹی کے نصیب اللہ کلی وال کا کڑ اور اس کے کزن کو اغواء کیا کہاں گئی حکومت وزیر داخلہ صاحب کہاں ہیں؟۔ کہاں ہیں آج پولیس آفیسران؟۔ کہاں ہیں یہاں چیف سیکرٹری؟۔ سیکرٹری داخلہ نہیں ہیں۔ اس کے خلاف کون action اٹھائے گا؟۔ جناب اسپیکر اسی طرح جناب اسپیکر 31 جولائی کو لیاقت بازار میں سرعام اگلے روز عید الاضحیٰ ہے 5 بچے اتنے بھرے بازار میں جہاں پرائیسی والے جہاں پر پولیس یہ سب وہاں کھڑے ہیں بھرے بازار میں محمد اسماعیل کا کڑ نو جوان لڑکا ہے اُسکو جا کر اندر اس کی death ہوتی ہے اس کو شہید کیا جاتا ہے۔ یہ نعمت اللہ خروٹ کا میں نے اس سے متعلق تحریک التواء پیش کیا تھا۔ 14 ستمبر 2018ء اغواء ہوا۔ اور ان کے فیملی کو خضدار سے فوج آ رہے ہیں کہ ہمیں پیسہ دے دو یہ دے دو۔ اتنی بڑی دیدہ دلیری۔ کہاں گئی حکومت؟ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے امن وامان قائم کیا ہے۔ خاک آپ نے امن وامان قائم کیا ہے۔ آپ نے لوگوں کو مسلح گروہ، دہشت گردوں اور سماج دشمن عناصر کے حوالے آپ نے اس صوبہ کو کیا ہے۔ یہ کیسا ہوگا جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: مختصر کریں زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جی مختصر کروں گا جناب اسپیکر۔ ابھی آپ نے دیکھا کہ 14 اگست 2019ء کو سید غوث اللہ کا اُسکو اغواء کیا جاتا ہے اور 04 نومبر کو اُسکو شہید کیا جاتا ہے کیا اُسکے قاتل پکڑے گئے جناب اسپیکر۔ لال کٹائی میں چھ لیویز اہلکاروں کو شہید کیا جاتا ہے اُن کا کیا بنا جناب اسپیکر، اس طرح بہت سارے ایسے واقعات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت نے جس طرح یہاں پر جو انار کی خود حکومت نے قائم کی ہیں۔ خود لوگوں کو انہوں نے اداروں نے لوگوں کو اپنے کارڈ زدئیے ہیں وہ سرعام کہتے ہیں کہ ہم اس ایجنسی کے لوگ ہیں اس کا وہ نوٹس وہ ایجنسی لے لیں جن ایجنسیوں کا نام لے کر وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ایجنسی کے ہیں۔ میں ایک ذمہ دار MPA ہو کر اس فلور پر کہہ رہا ہوں کہ وہ ایجنسیاں اسکا نوٹس لے لیں جو جو لوگ ان ایجنسیوں کے نام استعمال کر کے اُنکے ہاتھوں میں کلاشنکوف ہوتے ہیں اُنکے ساتھ بلیک شیٹس والی گاڑیاں ہوتی ہیں اسکا نوٹس لیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری

بات سن لی جائے گی اور وہ تمام ان افراد کے خلاف نوٹس لیں جو سماج دشمن ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ زیرے صاحب۔ اور ساتھی بھی بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: ٹھیک ہے جناب اسپیکر میرا مطالبہ یہ ہے کہ جو ووڈھ میں واقعہ ہوا ہے اُنکے قاتلوں کو تاجر ناک چند کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے۔ نصیب اللہ کلی وال کا کڑ کو جن مسلح گروہ نے اغواء کیا ہے، اُن کے کزن کو، اُس کو، اُس کے خلاف کارروائی کی جائے اور جو 31 جولائی کو لیاقت بازار میں اسماعیل کا کڑ کو شہید کیا گیا ہے اُن کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے۔ اور یہاں پر امن و امان قائم رکھنے کے لیے اقدامات اٹھائے جائیں۔
thank you جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ زیرے صاحب۔ جی اختر حسین لاگو صاحب، تھوڑا مختصر کر لیں۔

جناب دنیش کمار: شکریہ جناب اسپیکر۔ دو تحریک التواء ہیں، کافی بحث و مناظرہ ہوا۔ چمن کے حوالے سے بار بار ذکر کیا گیا اور ساتھیوں نے سیر حاصل بحث کی۔ اُس پر جناب اسپیکر مختصر اُمین یہ کہوں گا کہ اس سے پہلے بھی میں نے تحریک التواء پر مختصر اُمین بات کی تھی کہ اگر لوگوں کو آپ باعزت روزگار کے دروازے بند کریں گے تو لوگ اپنے بچوں اپنے خاندان کے پیٹ پالنے کے لئے وہ کوئی بھی راستہ اختیار کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں وہ نہ میرے لئے نہ ہمارے معاشرے کے لئے اچھا ہے نہ یہ ریاست کے لئے اچھا ہے اور نہ فائدہ مند ثابت ہوگا۔ جناب اسپیکر یہی کام ہمارے بلوچ علاقوں میں کئے گئے اُس طرف چیک پوسٹیں لگا کر کے لوگوں کی تدریل کی گئی۔ جسکی وجہ سے ان علاقوں میں حالات نے جو رخ اختیار کیا وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ جناب والا پرسوں جب اس تحریک التواء پر بحث ہو رہی تھی۔ سردار عبدالرحمن صاحب ہمارے لئے محترم ہیں اُنہوں نے جو نقشہ پیش کیا وہ یکسر اس صوبے کے حالات سے برخلاف تھا۔ ہم کوئٹہ سے نکلتے ہیں رکھنی چھوٹا سا شہر ہے دو چار کلومیٹر اُسکی لمبائی ہے Main RCD شاہراہ پر۔ اُس دو چار کلومیٹر کوئی تین چار کے قریب چیک پوسٹ ہیں۔ جیسے ہی رکھنی کا بارڈر سیکورٹی فورس کا چیک پوسٹ ہے وہ چیک پوسٹ آپ کر اس کر لیں پھر آپ پشاور اور اسلام آباد تک چلے جائیں بیچ میں سوائے آپ کوٹل پلازا کے آپ کو کوئی چک پوسٹ نظر نہیں آئے گا۔ یہاں سے کوئٹہ سے رکھنی تک بیسیوں چیک پوسٹوں پر تلاشی دینے کے بعد ہم وہاں پر پہنچتے ہیں۔ جناب والا آپ کا ڈسٹرکٹ بھی اُس بارڈر کے ساتھ ہے آپ اپنے ڈسٹرکٹ تک کوئٹہ آپ آئیں آپ کو کتنی چیک پوسٹیں نظر آئیں گے اور آپ اپنی ڈسٹرکٹ سے اسلام آباد چلے جائیں وہاں آپ کو کتنی چیک پوسٹیں ملیں گی۔ یہاں سے کوئٹہ سے ہم سفر کرتے ہیں کراچی تک ہر پندرہ بیس کلومیٹر بعد لیویز پولیس یا ایف سی کے چیفک پوسٹیں ہمیں ملتی ہیں۔ جیسے ہی ہم کراچی تک river کا جو پل ہے ہم اُس سے

کر اس کرتے ہیں پھر وہاں سے آپ نکل جائیں پشاور تک سکھر کے راستے آپ کو سوائے ٹول پلازے کے آپ کو کوئی چیک پوسٹ نہیں ملے گا۔ تو جناب والا آج کاش سردار صاحب ہوتے۔ ہمارا برادرانہ تعلق افغانستان کے ساتھ ہے ہمارا اصلی دشمن انڈیا ہے۔ جناب والا جس علاقے کے ساتھ انڈیا کی بارڈر لگتی ہے وہاں پر آج تک آپ نے کوئی چیک پوسٹ نہیں بنایا ہے۔ وہاں سے بھی جس طرح اس بارڈر سے لوگوں کا آنا جانا ہے اسی طرح سے وہاں واہگہ سے بھی لوگوں کا آنا جانا ہے کیا وہاں پر قدم قدم پر ہم نے تلاشی کی کیا ہم نے وہاں پر قدم قدم پر چیک پوسٹیں لگا کے ہم نے لوگوں کی تذلیل کی؟ لیکن کیا وجہ ہے کہ ایران سے لیکر کے آپ کے ژوب تک ہر دس پندرہ کلومیٹر بعد ہم نے چیک پوسٹیں لگا کے ہم نے یہاں پر بلوچستان کے بسنے والے چاہے وہ بلوچ ہوں چاہے پشتون ہوں چاہے ہزارہ ہوں چاہے پنجابی ہوں چاہے کوئی بھی زبان بولنے والا اس صوبے کا باسی ہے۔ کیا ہم نے ٹھیکہ دے رکھا ہے اس ریاست کو کہ وہ ہماری تذلیل کرتے رہیں۔ کیا اس تذلیل کے باوجود بھی ہم یہ توقع اُن لوگوں سے کر سکتے ہیں کہ وہ قدم قدم پر آپ کو زندہ باد کے نعرے بھی سناتے رہیں۔ تو جناب والا اگر کوئی اپنی فیملی کے ساتھ ان چیک پوسٹوں پر ذلیل ہوتا ہوا گھر پہنچتا ہے تو اُسکے بعد اُسکے دل میں آپ کے اوپر پھول پھینکنے کی خواہشات دم توڑ دیتے ہیں جناب والا۔ ہمیں اُن رویوں کو ترک کرنا ہوگا جن کی وجہ سے یہاں کے لوگ آپ سے نفرت کی بجائے آپ سے محبت کرنے پر مجبور ہوں۔ اصل بات اُن رویوں کی ہے اصل بات اُس سوچ کی ہے اُس mind-set کی ہے جس کو اگر ہم تبدیل نہیں کریں گے یہاں پر ان لوگوں کے رویے تبدیل نہیں ہوں گے۔ آج جو بلوچستان میں احساس محرومی اور ایک غصہ جو لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے اُس کی وجہ بھی ہماری یہ ناقص پالیسیاں ہیں۔ اب جناب والا دیکھا جائے اب جو حالیہ واقعات ہوئے جس میں اکبر مینگل کی تحریک التواء ہے اُس میں نائک رام چند جس کو ڈھ شہر میں گولیاں مار کر کے بھتہ نہ لینے کی سزا جس کو گولیاں مار کر کے ہلاک کر دیا گیا ہمارے پارٹی کے کارکن ہیں شفیق احمد ساسولی جو ہماری نائب صدر ہیں خضدار کے اُنکے گھر میں پرچی پھینک کر کفن پھینک کر اُسکو دھمکیاں دینا۔ جناب اسپیکر اگر ہم ان تمام کے تانے بانے بُنا شروع کر دیں ہم اگر کڑی سے کڑی جوڑنا شروع کر دیں تو سانحہ صفورا گوٹھ سے لے کے سانحہ شہباز قلندر کے مزار سے لے کے سانحہ شاہ نورانی سے لے کے سانحہ توتک کے اُن اجتماعی قبروں سے لیکر کے اِس رُوٹ پر لوگوں کی ڈاکہ زنیاں گاڑیوں کی چوری انغواء برائے تاوان ان تمام زنجیروں کی کڑیوں کو اگر ہم ملاتے رہیں تو وہ ایک ہی جگہ پر جا کے رکتے ہیں اور اگر جناب والا ہم ریاستی پالیسی کو دیکھ لیں آج بھی انہیں لوگوں کو اِس پی ایس ڈی پی میں بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں 2019-20 کی پی ایس ڈی پی میں بھی ہم ثابت کر سکتے ہیں کہ اس ریاست میں یہ وہاں کا منتخب نمائندہ اکبر مینگل بٹھا ہوا ہے اس کی proposed کردہ اسکیمات کتنے ہیں

اور ان جرائم پیشہ افراد کو آپ نے اس پی ایس ڈی پی میں کتنا نوازنا ہے اس سے آپ کی ریاست کی پالیسیاں کھل کے آپ کے سامنے آجائیں گی۔ کسی اور دلیل دینے کی ضرورت ہمیں پیش نہیں آئے گی کہ ان لوگوں کو جن کے نام پر وڈھ پر، وڈھ کے اُس لیویز چیک پوسٹ پر جو آج لیویز اہلکاروں کو قتل کرنے کا مقدمہ درج ہے اُن کو آپ نے پی ایس ڈی پی میں کتنا نوازنا ہے اور وہاں کے اُس منتخب نمائندے کی آپ نے کتنی اسکیمیں ڈالی ہیں۔ تو جناب والا انہیں چیزوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ان تمام کے پیچھے کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل میں ریاست کی مشینری کا سپورٹ موجود ہے۔ میں نے اُس دن بھی لیاقت بازار والے واقعہ پر کہا تھا کہ اگر ریاست اور اُسکی مشینری نہ چاہے تو کسی کی کیا مجال کہ وہ لیاقت بازار میں اُس ریش میں اُس کی دوکان میں گھس کر اُسکے دوکان کو بھی لوٹے اُس کے سونے کو بھی لوٹے اور اُسکو بھی گولی ماریں۔ بلکہ میں یہ دعویٰ بھی کرتا ہوں کہ ریاست اور اُس کی مشینری ایمانداری سے اپنا کام کریں اور وہ جرائم پیشہ افراد کے ساتھ اُنکی ملی بھگت نہیں ہو تو کسی کی مرغی کے انڈے کی بھی چوری کسی کی گنجائش نہیں ہوگی۔ تو جناب والا ان تمام چیزوں سے کھل کر چیزیں سامنے آ رہی ہیں اگر اس ریاست کو مضبوط بنانا ہیں اگر اس ملک کو مضبوط بنانا ہیں اگر اس مملکت کو مضبوط بنانا ہیں تو ان تمام چیزوں پر ہمیں سنجیدگی سے سوچنا ہوگا ہمیں اپنے اس mind-set کو تبدیل کرنا ہوگا۔ ہمیں اپنے پالیسیوں پر major تبدیلی اگر ہم نہیں کریں گے تب تک یہ چیزیں ختم نہیں ہوں گی بلکہ یہ بڑھیں گی۔ آپ نے دیکھا کہ کچھ عرصے پہلے جب انکو تھوڑی سی اس حکومت کے آنے کے بعد جب انکو فنڈز دیئے گئے جب انکو نوازنے لگے جب انکو اہمیت دینا شروع کر دیا تو جناب والا آپ نے دیکھا کہ اس کوئٹہ کراچی روٹ پر پھر سے جرائم نے سر اٹھانا شروع کر دیئے۔ پھر سے خضدار اور وڈھ، حب چوکی ان تمام علاقوں میں پھر سے بھتہ اور لوگوں کو بلیک میل کرنا شروع کر دیئے۔ اور ان تمام چیزوں پر جو ہے پھر سے وہ لوگ میدان میں آگئے پھر سے وہ مضبوط ہو گئے پھر سے آج ان علاقوں میں امن وامان کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح جب تک میں سمجھتا ہوں کہ چمن کے لوگ چمن کے وہ مزدور صرف چمن نہیں چمن ہوتے تان ہونو شکی یاد البندین کے بارڈرز ہوں آپ کا پنجگور اور ماٹکیل کا بارڈر ہو آپ کا گب کا بارڈر ہو۔ آپ کا مندر اور بلیدہ کے بارڈر ہوں۔ جب تک جناب اسپیکر یہاں کے لوگوں کو جناب اسپیکر آپ دیکھیں وہاں پر ہمارے لوگوں کے پاس ذریعہ معاش کے مواقع موجود نہیں ہیں۔ نہ وہاں پرائیگریٹ ہے نہ وہاں پرائنڈسٹریز ہیں۔ جب تک آپ نے ان کے لئے متبادل روزگار کے مواقع نہیں پیدا کئے ہیں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کی ذریعہ معاش کا واحد راستہ ذریعہ ہی یہی بارڈر ٹریڈز ہیں جو چھوٹے موٹے سامان یہاں سے وہاں اور وہاں سے یہاں لیکر کے اپنے گھروں کے چولھے چلاتے ہیں۔ جب تک آپ اُنکو alternate نہیں دیں گے اور جب تک آپ اس طرح کے fence لگا کر کے لوگوں کے روزگار

کے دروازے بند کر دیں گے تو جناب اسپیکر مجھے خدشہ یہی ہے کہ پھر سے یہ لوگ پھر سے اُن تنظیمیوں اور اُن لوگوں کے آلہ کار بنیں گے جو انکو دو وقت کی روٹی دیں گے یہ اُنکے کارندے اور آلہ کار بنیں گے۔ اگر آپ نے ان کو روکنا ہے تو آپ کو انکو باعزت روزگار کا ذریعہ دینا پڑے گا۔ بہت شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ جناب اختر حسین لانگو صاحب۔ جی دیش صاحب۔

جناب دیش کمار: میرے لئے مختصر۔ Thank you۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: کیونکہ آپ نے صبح سے بہت باتیں کی ہیں۔

جناب دیش کمار: شکر یہ جناب اسپیکر۔ دو تحریکیں ہیں پہلے چمن کے حوالے سے کافی بحث و مباحثہ ہوا۔ تو چمن کے حوالے سے بار بار ذکر کیا جاتا رہا کہ کرتار پور راہداری کا۔ کرتار پور راہداری پر کہا گیا کہ سکھوں کے لیے اتنی رعایت، ہمدردی اور ہمارے لیے کیوں؟ بات یہ ہے کہ وہاں سے جو یا تری آتے ہیں، سکھوں کی عبادت گاہ ہے جو پاکستانی قانون کے مطابق اپنی عبادت کرتے ہیں اور چمن کے بھائیوں کو بھی جو پاکستان کا قانون اجازت دیتا ہے ویسے ہی آزادی ہونی چاہیے۔ مجھے فخر ہے اپنے وزیر داخلہ پر کہ اُنھوں نے کہا کہ جی ہم نے چمن کے 90% مطالبات مان لیے ہیں۔ ہماری حکومت کے دل میں مزدوروں کے لیے نرم گوشہ ہے۔ ہم ان مزدوروں کو بے روزگار نہیں ہونے دیں گے، ہم بارڈر کو ایک قانونی دائرے میں لائیں گے۔ یاد رکھیں قانونی طریقے سے جو تجارت ہوگی اُس سے سارے ملک کو فائدہ ہوگا۔ اور میں کہتا ہوں کہ جو جو غریب جیسے اصغر اچکزئی صاحب نے کہا 5 سو روپے پر دیھاڑی کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم اُن کو ایک ہزار دھاڑی پر نوکری دینگے اُن کو ضرورت نہیں ہونگے کہ وہ لغڑی کہلائیں، اُن کو ہم کہیں گے وہ معزز شہری کہلائیں۔ اور ہم کہیں گے کہ وہ ہمارے لیویز کے سپاہی کہلائیں اس سے بڑی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ ہمارے گورنمنٹ اس چیز پر راضی ہے میں کہتا ہوں تمام لوگوں کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ ہم نے چمن کے لوگوں کو دیرینہ مطالبہ پورا کرنے جا رہے ہیں۔ چمن کو free industries zone بنانے جا رہے ہیں۔ چمن کے جو بیروزگار ہونگے۔ اُن کے لئے آپ نے دیکھا وزیر داخلہ نے کہا کہ ہم پی ڈی ایم اے میں اُن کے لئے نوکریاں دینگے۔ اُن کو باعزت والا روزگار دینگے۔ تاکہ اُن سے لغڑیوں کا یہ نام ہٹ جائے۔ اور ہم کہیں کہ یہ ہمارے محافظ ہیں، ہمارے لیویز کے سپاہی ہے۔ ہمارے پاکستان کے لئے کام کرنے والے ہیں۔ جناب والا! میں آ رہا ہوں وڈھ کے واقعے پر دو تحریکیں ہیں۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: دیش صاحب مختصر کریں۔

جناب دیش کمار: جناب والا! میرے بھانجے اختر لانگو صاحب نے مجھے کہا ہے کہ آرام سے بات کریں۔ میں

اپنے بھانجے میں اس کا ماموں ہوں۔ میں اس کی بات مان لیتا ہوں۔ وڈھ بازار میں جو ممتاز ہندو تاجر ناک رام ہیں۔ ناک رام کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں، بڑا شریف نفس بہترین قسم کا انسان۔ اور جو ہمارے بلوچستان کی ہندو برادری ہے، وہ پرامن برادری ہے۔ اُس کے قتل کی میں بھی سختی سے مذمت کرتا ہوں، میں بھی کہتا ہوں کہ دہشت گردوں کا کوئی دین و ایمان نہیں ہے۔ دہشتگردوں کا ایمان دہشتگردی ہے اُن کے لئے ناک رام کی بھی اہمیت نہیں ہے۔ اور نہ ہی غلام رسول کی اہمیت ہے اور ناں ہی جیمز کی حیثیت ہے، اُن دہشت گردوں کا ایک ہی مذہب ہے کہ بدامنی پھیلا نا اور اپنے ذاتی مفادات کیلئے ایک انسان کو قتل کرنا۔ قرآن شریف میں بھی ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ میں ان کو نہ مسلمان مانتا ہوں اور نہ ہی کسی دین سے ان کو مانتا ہوں۔ جو اگر اس طرح سے کرتا ہے آپ یہ دیکھیں ہماری حکومت سے پہلے بھی جب بلوچستان کے حالات خراب تھے۔ ہمارے بلوچستان کی ہندو برادری خضدار سے چلی گئی۔ مستونگ سے چلی گئی۔ اقلیتی برادری سندھ چلی گئی تھی، مگر دیکھیں! میں آپ کو فخر یہ کہتا ہوں کہ آج جتنا خضدار پرامن ہے وہ کبھی بھی نہیں تھا۔ آج وہاں پر 6 سو ہندو گھرانے آ کر آباد ہوئے ہیں وہ کس وجہ سے ہماری حکومت کی وجہ سے کہ اُس نے پرامن ماحول دیا۔ میں آپ پوچھیں یہ ڈیرہ گٹی سے بیٹھے ہوئے ہمارے ایم پی اے، پوچھیں کہ ڈیرہ گٹی میں آج 3 سو گھرانے ہندو آ کر آباد ہوئے۔ آپ پوچھیں مستونگ سے جہاں سارا مستونگ خالی ہو گیا تھا وہاں پر ایک سو گھرانے ہندو آباد ہوئے ہیں۔ میں یہی بات بتا رہا ہوں۔ یہ جو اگر قتل و غارت ہوتی ہے، سب کیلئے ہے، وہ اگر بدامنی ہے تو سب کیلئے۔ یہ ہمارا دشمن کروا رہا ہے۔ دشمن یہاں فنڈنگ کر رہا ہے۔ اور اُس دشمن کو ہم نے ظاہر کرنا نہیں۔ جہاں تک کہا جاتا ہے کہ ریاستی ادارے ملوث ہیں، اگر ریاستی ادارے ملوث ہوتے ہیں تو اُن کی اتنی قربانیاں آپ دیکھیں اُن کے شہداء اُن کے نام کتنے ہمارے ایف سی کے جوانوں نے شہادت دی، کتنے ہمارے لیویز کے جوانوں نے شہادت دی۔ کتنے ہمارے پولیس کے جوانوں نے شہادت دی۔ اور کتنے ہمارے اقلیتی برادری کے لوگوں نے شہادت دی۔ اگر ریاستی ادارے ملوث ہوتے تو اپنے لوگوں کو کیسے مروا تے؟ میں کہتا ہوں کہ ان ریاستی اداروں کی وجہ سے آج بلوچستان میں امن قائم ہوا ہے۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ اور تو کوئی بات نہیں کریگا؟۔ جی اچھڑنی صاحب۔ بالکل مختصر کریں۔

جناب محمد اصغر خان اچھڑنی: شکر یہ جناب اسپیکر! جس طرح تمام دوستوں نے اس واقعہ کی سخت الفاظ میں مذمت کی۔ عوامی نیشنل پارٹی کی طرف سے ہم ہر اُس جگہ پر جہاں پر خون بہایا جاتا ہے، جہاں پر ایک انسان کا قتل ہو جاتا ہے۔ اُس کا تعلق چاہے جس بھی مذہب سے ہو، جس بھی فرقے سے ہو، جس بھی طبقے سے ہو، ہم اُس کی مذمت کرتے ہیں، عدم تشدد کے پیروکاروں کی حیثیت سے یقیناً جناب اسپیکر! یہ حکومت وقت کا فرض بنتا ہے کہ وہ

اپنے لوگوں کی اپنے عوام کی جان و مال کی تحفظ کو یقینی بنائیں۔ جس طرح بات ہوئی جناب اسپیکر! وڈھ میں جو واقعہ ہوا اور پھر دن دیہاڑے آپ کے کونٹہ شہر میں لیاقت بازار جیسے ریش والے جگہ پر اسماعیل جان جیسے کاروباری تاجر جیسے تجارت سے وابستہ دکان پر بیٹھا، دن دیہاڑے اُس کا قتل ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً یہ حکومت کا فرض ہوتا ہے۔ اگر اس طرح کی واقعات کی روک تھام کے لئے اقدامات نہیں اٹھائے گئے، یہ سلسلہ بڑھتے جائیگا جناب اسپیکر! جس طرح آج قلعہ عبداللہ کے واقعہ کی بات ہوئی، وڈھ پر بات ہوئی یا محمد اسماعیل کے شہادت اور قتل کی بات ہوئی۔ یا overall جو چمن پر ہم نے کافی بحث کی۔ اگر اس طرح کے خون ریز واقعات اس طرح کے قتل و غارت گری کے واقعات، اس طرح کے ڈکیتیوں کے واقعات کی ہم بحیثیت حکومت روک تھام نہیں کریں گے تو آپ مجھے بتادیں کہ ایک سرکش انسان ایک تخریب کار انسان اگر اُس کو اس حد تک چھوٹل جائے کہ وہ دن دیہاڑے وہ کسی کو مار بھی سکتا ہے۔ اُس کے دکان کو لوٹ بھی سکتا ہے۔ اُس کو شہید بھی کر سکتا ہے۔ اُس کو اغواء بھی کر سکتا ہے۔ تو آپ یقین کریں جناب اسپیکر! کل کے دن میں ہم سے یہ سارے معاملات ہاتھ سے نکلنے جائیں گے۔ تو یقیناً جناب اسپیکر! آپ کے توسط سے ہم بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ چاہے وڈھ کے ہندو برادری سے تعلق رکھنے والے بھائی کے قتل میں ملوث جو بھی عناصر ہوں، اسی طرح آپ کے اسماعیل شہید کے قتل میں جو بھی ملوث عناصر ہوں۔ کونٹہ میں تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر پانچ منٹ میں کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ تو کیسے یہ دن دیہاڑے کوئی کارروائی بھی کر کے لوٹ مار بھی کر کے چھپ چھپا کے نکل سکتے ہیں؟ تو یہ تو سوالیہ نشان تو ہوگا۔ ہر ایک پر ہوگا چاہے ادارے ہیں، چاہے سول ایڈمنسٹریشن ہے۔ چاہے حکومت ہے۔ پوچھ گچھ تو ہوگی۔ اور نہ ہی ہمیں حکومت میں ہونے کی وجہ سے ہمیں ہر بات پر آنکھیں چھپا کے کہ نہیں بس ہم سب کچھ ٹھیک کرنے جارہے ہیں۔ بابا سب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ حالات ہمارے ہاتھ سے نکلتے جارہے ہیں، بد اعتمادیاں پیدا ہو رہی ہیں، gap بڑھتا جا رہا ہے، ہمیں لوگوں کو اپنے طرف متوجہ کرنے کیلئے اُن کو تھوڑا بہت کچھ دینا ہوگا۔ وہ جو کچھ ڈیمانڈ اُن کے ذہنوں میں ہیں چاہے وہ روزگار کے حوالے سے ہو، چاہے امن و امان کے حوالے سے، چاہے اُس کی جانی و مالی تحفظ کے حوالے سے ہو۔ اگر لوگ اس پر مطمئن نہیں ہونگے۔ لوگ تو پھر اپنا دفاع اپنی جان اپنی مال کے دفاع کے لئے کچھ نہ کچھ تو کریں گے۔ جب لوگ خود اٹھیں گے، جب لوگ خود اپنی دفاع اور اپنی جان و مال کی حفاظت کیلئے اٹھیں گے پھر تو ریاست سے حکومت سے وہ جو writ of the government کی کہنے والے ہو، اُن سے تو سوالات اٹھائے جائیں گے۔ تو جناب اسپیکر! میں مختصراً ان تمام واقعات کی سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہوں اور آپ کے توسط سے مطالبہ کرتا ہوں کہ یہ جتنے بھی واقعات جہاں پر بھی ہوئے ہیں، ان سب کے سب کے ٹھیک ٹھاک طریقے سے اقدامات ان کے خلاف اٹھانی چاہیے۔ ان کو عدالت

کے کٹہرے میں لانا چاہیے اور ان کو کڑی سے کڑی سزا ملنی چاہیے۔ شکر یہ جناب۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی دینش صاحب۔

جناب دینش کمار: اسپیکر صاحب! ہمارے اسمبلی کے ممبران کو سب کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس اسمبلی کو اس طرح احسن طریقے سے چلایا کہ ہمارے جو اپوزیشن کے بھائی ہیں، وہ بھی اُن سے مطمئن ہیں۔ اور جس غیر جانبدار طریقے سے آپ لوگوں نے چلایا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ اور جناب اسپیکر! آپ کو ایک خوشخبری بھی دیتا ہوں آپ کو ایک انتہائی زبردست کہ جہاں پر ہمیں کہا جا رہا ہے کہ ہر جگہ سے پاکستان کے بارے میں پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، پرسوں CNN پر بل گیٹس نے کہا ہے کہ میں سلام پیش کرتا ہوں عمران خان کو کہ انہوں نے جس طرح سے کورونا کی پالیسی بنائی اور پاکستان کو رونا کے خاتمے کے لڑائی میں جیت گیا ہے۔ اور اسی طرح سے اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی سے بھی انہوں نے بھی تعریف کی ہے جناب عمران خان کی۔ ہماری حکومت کی۔ میں کہتا ہوں میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں جناب عمران خان کو اور اُن کے vision کو salute کرتا ہوں کہ اُنکا ویژن آج صحیح ثابت ہوا جس کی تعریف پوری دنیا میں کی جا رہی ہے۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ جی حاجی نواز صاحب۔

حاجی محمد نواز کا کڑ: جناب اسپیکر! ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جناب اسپیکر! یہ قتل کی وارداتیں اور واقعات جو پیش ہوتے جا رہے ہیں، حقیقت ہے کہ قتل ہوتے رہتے ہیں لیکن بات اہم یہ ہے کہ یہ قتل کہیں بھی ہو سکتا ہے۔ اور قاتل کا چھپ جانا سوالیہ نشان ہوتا ہے۔ آپ کہیں بھی جائیں امریکہ میں بھی قتل ہوتا ہے، سعودیہ بھی مکہ شریف میں قتل ہوتا ہے۔ آپ کے مدینہ میں بھی قتل ہوتا ہے۔ آپ کے اسلام آباد میں بھی قتل ہوتا ہے۔ پورے ملک کے ہر شہر میں قتل ہوتا ہے۔ لیکن سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ مجرم کا چھپ جانا اور جو مجرم چھپ جاتا ہے، پکڑا نہیں جاتا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اسمیں State ملوث ہے۔ اگر State ملوث نہیں تو ایک مجرم کیسے چھپ سکتا ہے؟۔ یہ State کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ٹھیک ہے آپ وہاں موجود نہیں تھے قتل ہو گیا۔ آپ وہاں موجود نہیں تھے ڈاکہ ڈال دیا گیا۔ آپ وہاں موجود نہیں واردات ہو گئی لیکن مجرم کا چھپ جانا یہ بہت بڑا المیہ ہے اس میں اسٹیٹ براہ راست ملوث ہوتی ہے۔ اور ادارے براہ راست ملوث ہوتی ہیں۔ حکومت اس میں براہ راست ملوث ہوتا ہے۔ لہذا حکومت اس پر غور کرے کہ اگر قتل ہوتا ہے مجرم چھپ جاتا ہے تو ہماری کونسی ادارے ہیں۔ ہمارے ادارے سارے ہر وقت کام کرتے ہیں، ہر روڈ پر ہر گلی سے تقریباً ہر گھر سے ایک بندہ نکلتا ہے کہ اُس کو کیسے پتہ نہیں کہ یہ قتل کیسے ہوگی۔ دن دیکھا ڈے بازارے میں بندہ قتل ہوتا ہے۔ بھرے روڈ پر بندہ قتل ہوتا ہے۔ اور خضدار میں ایک ہندو برادری کا اقلیتی

نمائندہ وہ قتل ہوتا ہے۔ اس میں حقیقت یہی ہے کہ حکومت ملوث ہوتی ہے، حکومت اس پر غور کریں کہ ہمارے ادارے میں کونسی کمی ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی ہیں اُس کو الٹ کر کے مجرمان کو گرفتار کریں اور کیفر کردار تک پہنچائیں۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ اگر آپ کریں گے تو احمد نواز بھی کریں گے، اگر وہ نہیں کریں گے تو آپ بھی نہیں کرو گے۔ جی مین صاحب۔

جناب محمد مبین خان خلجی: جناب اسپیکر! آپ کی بڑی مہربانی۔ کہ اسماعیل کا کڑ جو لیاقت بازار میں جن کو شہید کیا گیا۔ اور یہ میرے حلقے میں بھی ہے اور میں اُن کے پاس گیا بھی تھا۔ اور بہت پریشان تھے ان کے والد صاحب۔ تو گورنمنٹ سطح پر ہم باقاعدہ ڈی آئی جی صاحب کے ساتھ، ایس پی آپریشن اور اُن کے ساتھ بالکل رابطے میں ہیں۔ اور گورنمنٹ بالکل serious اس کیس کو دیکھ رہی ہے۔ اور میں ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے ایک بندہ بھی گرفتار کر لیا ہے۔ اور بارڈر کے قریب گرفتار کیا ہے۔ انشاء اللہ اُن کے لوگوں کے پکڑ رہے ہیں اور اُن کے ساتھ تعاون چل رہی ہیں انشاء اللہ جلد اچھا رزلٹ ملے گی۔ شکر یہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکر یہ۔ اللہ کرے۔ جی احمد نواز بلوچ صاحب۔

میر احمد نواز بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ آج انتہائی اہم موضوع جو گزشتہ ستر سالوں سے بلوچستان کے ساتھ ہوتا ہوا آرہا ہے۔ انتہائی مجھے دکھ ہو رہی ہے، ایک سیاسی کارکن کی شکل میں، کہ میں اس اسمبلی میں ہوتے ہوئے اپنے اُن بھائیوں کے لیے جو چین میں شہید ہوئے یا اُن بھائیوں کے لیے جن کا روزگار اُن سے چھینا جا رہا ہے۔ یا اُن لوگوں کے لیے جن کو مرہم پٹی کے لیے ایک bandage بھی نہیں ملتا۔ being a MPA یا جو MPAs ہمارے بات کر رہے ہیں یا جس انداز میں وہ بات کر رہے ہیں میرے خیال میں اس ایوان میں آج جو بندے بیٹھنے چاہیے تھے وقت اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں۔ آج ہمارے اکابرین، میں نام لیتا ہوں جناب اصغر خان اچکزئی صاحب کا انتہائی دکھ بھری اُنہوں نے جو تقریر کی ایک سیاسی کارکن کے ہوتے ہوئے آج اُنہوں نے وہ حقائق یہاں بیان کیے ایک پارٹی کے صدر کے حیثیت سے یا اپنے عوام کی آواز یہاں تک پہنچانے کے لیے، یقیناً اُس کو اپنے عوام کا دکھ درد یہاں بیان کرنے کا حق ہے۔ مگر افسوس آج حکمران پارٹی کا ایک بھی دوست جو آخر تک بیٹھنا چاہیے تھا وہ نہیں ہے۔ being a Balochistan, being a Baloch اپنے کے پشتون بھائیوں کے ساتھ آخری وقت تک، آخری قطرے تک انشاء اللہ اُن کے ساتھ ہیں۔ یہ نہیں کہ ہم یہاں Floor پر یہ ایک معزز Floor ہے۔ ہمارے party policy بھی آجکل ہے اس میں being سیاسی کارکن کہ ہمیں اور تو روزگار نہیں دیا

جاتا، ہاں چمن میں آئیں industries لگائیں، ثناء بھائی نے پرسوں جو تجاویز دی، آئیں اُس پر بیٹھیں۔ افسوس کمیٹیوں میں صرف حکمران پارٹی کے لوگ تھے آپ ان دوستوں سے بھی کچھ لے جاتے تو ہمارے دوست جو وہاں دھرنے پر تھے اُن کی بھی وہاں دلجوئی ہوتی۔ کہ یہاں پورا بلوچستان ہمارے دکھ درد میں ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں۔ یا ہماری تیمارداری کے لیے آئے ہیں یا ہمارے اُن شہداء کے لیے آئے۔ تو کہنے کا مقصد ہے کہ آج پورا بلوچستان سوگوار ہے۔ ایک تو ہمارے نان و شبینہ کو چھینا جا رہا ہے۔ اور دوسری اوپر کی طرف سے ہمارے پر ہم باری ہو رہی ہے۔ جب ایک بڑا issue آتا ہے تو اس ملک کی روایت ہے کہ اُس کو مٹانے کے لیے ایک اور issue بنایا جاتا ہے۔ ایک تو چمن کے لوگ اپنے نان و شبینہ کے لیے احتجاج کر رہے ہیں۔ پانچ چھ دن بعد ایک دھماکہ ہوتا ہے اور اُس میں ہمارے چند دوست شہید بھی ہوتے ہیں۔ لاشیں اٹھا اٹھا کر ہمارے قبرستان بھر چکے ہیں۔ مگر ہماری وہ سوچ وہ فکر ہمارے بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ رہیں گی۔ وڈھ میں جو واقعہ ہوتا ہے اُس میں بھی بارہا ایسی Floor میں ہماری پارٹی اور ہمارے دوستوں نے کہ ہمارے دوستوں کے گھروں پر کفن پھینکے جا رہے ہیں۔ ہمارے دوستوں کے گھروں پر پرچیاں پھینکی جا رہی ہیں۔ پھر وہی روایات اپنائی جا رہی ہیں۔ جو ہمارے ساتھ ہوا ابھی پشتون بھائیوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ لہذا ہمارے حکمرانوں کو اپنا mindset تبدیل کرنا ہے۔ جیسے آپ نے پہلے اکابرین کو نواب بگٹی کی شکل میں ڈیرہ بگٹی میں مذاکرات کے ساتھ ہی اُسے شہید کیا گیا۔ مجھے ڈر ہے وہ دوست اللہ نہیں کرے جو دوست ہمارے اکابرین چمن بارڈر کے مسئلے پر اتنا سنجیدہ ہیں، ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں یا ہمارے جیسے چند دوست جو اُس بم دھماکہ میں شہید ہوئے۔ ہمارے دوستوں کی جانوں کو بھی خطرہ ہوگا۔ ظاہر ہے اتنے بڑے issue کو raise کرنا پھر جس کے پیچھے اتنی بڑی عوام ہو اس کو انتہائی سنجیدہ لیا جائے اور جتنا جلد ہو سکے چمن بارڈر اور جو وڈھ میں واقعہ ہوا تھا، ہمارے ہندو تاجر کا، اُن کے قاتلوں کو جلد گرفتار کیا جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی اسپیکر: شکریہ۔ حاجی نواز کا کڑا آپ شہداء کے لیے فاتحہ کر لیں۔

(دعاے مغفرت کی گئی)

جناب ڈپٹی اسپیکر: اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اللہ درجات بلند فرمائے۔ اس سے پیشتر کہ میں گورنر کا حکم نامہ پڑھ کر سناؤں، معزز وزراء اور فاضل اراکین مجھے نہایت مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ 13 اگست 2018ء کو وجود میں آنے والی گیارھویں اسمبلی مورخہ 12 اگست 2020ء کو اپنا دوسرا پارلیمانی سال مکمل کر رہی ہے۔ آج رواں اجلاس کی اختتامی نشست کے ساتھ ہی بلوچستان صوبائی اسمبلی کے 67 دن مکمل ہو گئے۔ چونکہ آئینی طور پر کسی بھی صوبائی اسمبلی کے لیے پارلیمانی سال کے دوران 100 دن مقرر ہیں جو کہ Covid-19 کی وجہ سے پورے نہیں ہو سکے۔

معزز اراکین اسمبلی! دوسرے پارلیمانی سال کے دوران اسمبلی نے سالانہ میزانیہ برائے سال 2020-2021ء اور ضمنی میزانیہ برائے مالی سال 2019-20ء کی منظوری دی۔ اگست 2019ء تا 12 اگست 2020ء کے دوران کل 9 اجلاس منعقد ہوئے۔ جس میں سرکاری اور غیر سرکاری کارروائی نمٹائی گئی۔ قانون سازی جو کہ اسمبلی کی بنیادی اور آئینی ذمہ داری ہے، اس لحاظ سے اس اسمبلی کو سال 2019-2020ء کے دوران مختلف نوعیت کے کل 10 مسودات قانون موصول ہوئے۔ جن میں سے 8 مسودات قانون pass ہوئے، جبکہ دو Bills تا حال زیر التواء ہیں۔ یہ بھی حقیقت اپنی اہمیت کے لحاظ سے مسلمہ ہے کہ اجتماعی مفادات عامہ میں قراردادیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لحاظ سے پارلیمانی سال میں کل 8 سرکاری جبکہ 20 غیر سرکاری قراردادیں اسمبلی سے pass ہوئیں۔ اس طرح سوالات اور توجہ دلاؤ نوٹس جو کہ حکومتی اداروں کی پارلیمانی طرز حکومت میں، حکومت سے جوابدہی کا ایک واحد ذریعہ ہونے کی بناء اسمبلی کے ایجنڈے کی کارروائی میں اولین ترجیح ہوتی ہیں۔ لہذا موجودہ اسمبلی کو رواں پارلیمانی سال کے دوران کل 86 سوالات کے notices موصول ہوئے، جن میں سے 71 سوالات نمٹا دیے گئے۔ اور ساتھ ہی میں مختلف نوعیت کے 19 توجہ دلاؤ notices موصول ہوئے۔ جنہیں اسمبلی نے خوش اسلوبی سے نمٹا دیئے۔ اسی طرح تحریک التواء کی ایک منفرد حیثیت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ تحریک التواء ایوان کی روح رواں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس نقطے کے پیش نظر اب تک 15 تحریک التواء اسمبلی کو موصول ہوئیں۔ جن میں سے 7 بحث کے لیے منظور ہوئیں جبکہ 8 تحریک التواء نمٹا دی گئیں۔ معزز اراکین اسمبلی کے عوامی نوعیت کے مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے zero hour کا انعقاد کیا گیا۔ اور رواں سال اسمبلی کو تین zero hours کے notices موصول ہوئے۔ جن میں ایک zero hour پیش ہوا۔ جبکہ باقی ماندہ پر بحث نہیں ہو سکی۔ علاوہ ازیں کسی بھی ایوان میں اس کی کمیٹیاں اہم کردار ادا کرتی ہیں، جن کے بغیر اسمبلیاں ادھوری ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں اسمبلی کی standing committees کو رواں سال 8 مسودات قانون حوالے ہوئے۔ اور متعلقہ کمیٹیوں نے مسودات قانون پر اپنی الگ الگ سفارشات مرتب کیں۔ مزید برآں بلوچستان اسمبلی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مجلس حسابات عامہ کی فعالیت کی وجہ سے صوبائی حکومت کے حسابات مالی تصرفات اور Auditor-General کی برائے مالی سال 2017-18ء پر مجلس نے اپنی 32 نشستیں منعقد کیں۔ اور مجلس کے Chairman، اراکین اور اس section میں کام کرنے والے افسران کی خصوصی دلچسپی اور مسلسل محنت کی بدولت مجلس نے اپنی report ایوان میں پیش کی۔ جو کہ لائق تحسین ہے۔ بلاشبہ جمہوریت میں اپوزیشن کا کردار قابل تعریف ہے، جس کے بغیر اسمبلی ادھوری ہے۔ حزب اختلاف کے اراکین نے جس بہتر انداز

میں Chair اور حکومتی اراکین کا ساتھ دیا، جس پر میں اور تمام حکومتی اراکین اپوزیشن کے اس کردار کو سراہتے ہیں۔ اور اُمید ظاہر کرتے ہیں کہ وہ آئندہ بھی اسی طرح مثبت کردار ادا کرتے رہیں گے۔ آخر میں ایک مرتبہ پھر تمام وزراء، معزز اراکین اسمبلی، Chief Secretary Balochistan، اسمبلی اسٹاف، مختلف محکموں کے سیکرٹری صاحبان، قانون نافذ کرنے والے اداروں کے آفیسران، اہلکاران اور print & electronic media کے تمام نمائندگان کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے رواں پارلیمانی سال کے دوران اسمبلی کے اجلاسوں کے انعقاد میں ہمارا ساتھ دیا۔ اُمید ہے کہ رواں پارلیمانی سال اور اسی طرح آئندہ آنے والے پارلیمانی سالوں میں بھی آپ تمام حضرات ایوان کے تقدس کو برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے رہیں گے۔ شکریہ۔ اب میں گورنر کا حکم نامہ پڑھ کر سُناتا ہوں۔

ORDER

In exercise of the power conferred on me by Article 109(b) of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, 1973. I Justice (R) Amanullah Khan Yasinzai. Governor Balochistan here by order that on conclusion of business, the session of the Provincial Assembly of Balochistan shall stand prorogued on Wednesday the 12th August 2020.

اب اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس رات 11 بجکر 10 منٹ پر اختتام پزیر ہوا)

☆☆☆